ہفت روزہ

۱۱ مئی ۱۹۶۲ء

خدام الدین، جلد نمبر 8 (تیسری فائل)

شمارہ نمبر

۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸
۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵
۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲
۳۵	۳۴	۳۳	۳۲	۳۱	۳۰	۲۹
۴۲	۴۱	۴۰	۳۹	۳۸	۳۷	۳۶
۴۹	۴۸	۴۷	۴۶	۴۵	۴۴	۴۳
		۵۳	۵۲	۵۱	۵۰	

...وستان)

...پہنچ چکے ہیں۔ آپ کا

...احمد صاحب کی کوٹھی پر ہے

...پر شملہ پہاڑی کے ساتھ

...ن کے بالکل سامنے واقع ہے۔

(ادارہ)

یکے از مطبوعات انجمن خدام...

(۲۵) پیسے

رثاء حضرۃ شیخ الاسلام مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

(مولانا محمد موسیٰ صاحب ملتانیؒ)

اجلّ الرزایا ان یموت کبیر
کسی بڑے انسان کی موت بڑی مصیبتوں میں سے ہے

فقدتّ ایا لاھور زینک والذی
اے شہر لاہور تو نے کھو دیا اپنی زینت اور وہ ہستی

فمن للیتامٰی والمساکین بعدہٗ
ان کے بعد اب یتیموں اور مسکینوں کا سہارا کون ہوگا

ومن ذا الذی لم یستفد من ضیائہٖ
اور وہ کون ہے جس نے حضرت کی علمی روشنی سے استفادہ نہ کیا ہو

وکبّرنی موت الکبار مسلسلاً
بزرگوں کی موت نے مجھے بوڑھا کر دیا

متاع الحیاۃ مثل لعبۃ صبیۃٍ
متاع حیات بچوں کے کھیل جیسے ہے

کذا استیقنوا یا ایّھا الناس مثل من
اسی طرح زندگی کی فنا کا یقین رکھو جیساکہ ایک شخص

ذھبت قد استصحبت افئدۃ الوریٰ
آپ گئے لوگوں کے دلوں کو ساتھ لے کر

فما مات من قد کان مثلک ساعۃً
جس نے آپ جیسے زندگی گذاری وہ مرنے کے باوجود ایک ساعت بھی نہیں مرا

دفنّا الذی افنی الحیاۃ مبلغا
ہم نے دفنایا وہ شخص جس نے ساری زندگی تبلیغ میں گذار دی

فموتک موت العلمین وثلمۃٌ
آپ کی موت سارے عالم کی موت ہے اور رخنہ ہے

تقیّ نقیّ ماجدٌ متکرّم
متقی ہے پاک ہے بزرگ ہے مکرم ہے

الا استنشقوا ترب الضریح فانّہ
اے لوگو! ذرا تو سونگھو حضرت کی قبر کی مٹی کیونکہ

فصبرا عبید اللہ انور نجلہ
پس صبر کیجئے اے عبید اللہ انور اے حضرت کے فرزند

وکل بلاء عمّ یسھل فاعلمن
یاد رکھو ہر مصیبت جب عام ہو جائے تو آسان ہوتی ہے

فسبع سموات وارض وانجم
سو سات آسمان و زمین اور تارے

...علی اذھب فحیاک ربنا
...صاحب جائیے اللہ تجھ پر سلام کہے

...ثک الوسمیّ ما ذرّ شارق
...بارش سدا سیراب کرتی رہے جبتک سورج نکلتا

کاحمد علی من للکرام امیر
جیساکہ حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ وہ جو بزرگوں کے امیر ہیں

لروضک نورٌ بل لنورک نور
جو تیرے چمن کے لیے پھول بلکہ پھولوں کا نور تھی

ومن ذا الذی یاوی الیہ فقیر
اور کون ہے جس کی طرف فقراء صوفیہ توجہ کریں

ولکن قلیل فی العباد شکور
لیکن افسوس کہ بندوں میں شکر گذار بہت تھوڑے ہیں

وھذا امتحان للانام کبیر
آدمیوں کے لیے یہ بہت بڑا امتحان ہے

یلھی ویودی انّہ لغرور
انسان کو غافل کرکے تباہ کرتا ہے وہ بڑا دھوکہ باز ہے

رای الشمس تبدو وقال کدتّ تغور
سورج کو نکلتا ہوا دیکھ کر کہہ دے کہ تو ضرور ڈوبے گا

فکل فؤاد فی یدیک اسیر
سو سارے دل آپ کے ہاتھ میں قیدی ہیں

فانّک حیٌّ بالحیاۃ فخور
سو آپ زندہ ہیں اور اپنی زندگی پر فخر کرنے والے

فیا منکرا استحی وسل نکیر
سو اے منکر از راہ کرم حضرت کو تنگ کرنے سے حیا کر اور اے نکیر تسلی دیجئے

بدین عظیم سدّھا لعسیر
دین عظیم میں جس کا بند کرنا مشکل ہے

ابیّ غنیّ القلب وھو فقیر
غیرتمند ہے آپ کا دل غنی ہے اگرچہ واقعہ میں وہ فقیر ہے

یفوح شذا مسک فذاک عبیر
اس سے مشک کی خوشبو آتی ہے سو یہ مٹی عنبر ہے

ومن ھو باستخلافہ لجدیر
اور اے وہ کہ آپ حضرت کے صحیح جانشین ہونے کے مستحق ہیں

وھذا بلاء عمّ فھو یسیر
اور یہ مصیبت عام ہے تو یہ بھی ایک گونا آسان ہے

وجنّ وانس مع ملائک بور
اور جن و انس اور سب فرشتے ماتم کناں و ... ہیں

بروح وریحانٍ وحولک حور
روح و ریحان دیکر اس حال میں کہ آپ کے اردگرد حوریں بیٹھی ہوں

وما سحّ امطار وھبّ دبور
اور جب تک بارشیں برستی رہیں اور مغربی ہوا اڑتی رہے

...ات و دیگر سینکڑوں عوام سے سنی ہے کہ مولانا کی قبر سے آج تک تیز غیبی خوشبو آتی ہے۔ ان روات میں سے ایک حضرت الاستاذ مفتی محمود صاحب ... کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ کتابوں میں ہے کہ امام بخاریؒ اور صاحب دلائل الخیراتؒ اور حضرت ابوایوب الانصاریؓ ... سے مدت تک خوشبو آتی رہی۔ محمد موسیٰ عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

جلد ۸ | ۶ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۶۲ء | شمارہ ۱

اداریہ

آٹھواں سال

بحمد اللہ العزیز ہفت روزہ "خدام الدین" زندگی کی سات بہاریں پوری کرکے زیرنظر شمارے کے ساتھ اپنی زندگی کے آٹھویں سال میں قدم رکھ رہا ہے۔

اس حیاتِ ہفت سالہ میں ایسے کٹھن سے کٹھن مرحلے پیش آئے، الجھنوں پر الجھنیں پیدا ہوئیں اور مشکلات کی گرہوں پر گرہیں لگتی رہیں لیکن اللہ کی رحمتِ بے پایاں اور شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کا جذبۂ للّٰہیت اور خلوصِ نیت ہمیشہ آڑے آتا رہا اور "خدام الدین" کی کشتی تند و تیز ہواؤں کی موجودگی میں بھی ساحلِ مقصود کی طرف تیزی سے رواں دواں رہی۔

یہ محض فضلِ لایزال ہے اور ایک اللہ والے کی کرامت۔ کہ اس دورِ پُرفتن میں جبکہ مذہب دنیا والوں کی نگاہوں میں اپنا مقام کھو چکا ہے حق پرستی کی روایات کہن معدوم ہو گئی ہیں۔ اعلائے کلمۃ الحق اور احیائے سنت کے ولولے سرد پڑ چکے ہیں۔ نقوشِ ماضی ایک ایک کرکے مٹائے جا رہے ہیں اور دینِ حق کی صدا ـــ صدا بصحرا ہو کر رہ گئی ہے "خدام الدین" ایسے دینی رسالہ کی اشاعت پندرہ ہزار سے متجاوز ہے جو شاید سارے ملک میں کسی بھی ہفت روزہ سے کہیں زیادہ ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اس سات سالہ قلیل مدت میں جب ہماری نگاہ "خدام الدین" کی خدمات جلیلہ اور اس کی امتیازی خصوصیات کی طرف اٹھتی ہے تو دل میں حمد و ثنا کے ترانوں کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے اور سرِ نیاز شکر و سپاس کے لئے بے اختیار بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔

انسان اور اس کے وسائل ہیچ ہیں۔ جو کچھ بھی ہوتا ہے رحمتِ خداوندی کی برکتِ بے پایاں کے سبب سے ہوتا ہے، تمام اچھائیاں اُس کے لطف و کرم کا کرشمہ ہیں۔ اور ساری کوتاہیوں اور واماندگیوں کا ذمہ دار انسانِ ظلوم و جہول ہے۔

حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد کئی بے انتظامیاں جو وفاتِ حسرت آیات سے پیدا شدہ صورتِ حال کا لازمی نتیجہ تھیں معرضِ وجود میں آئیں۔ اکثر ایجنٹ حضرات نے ناعاقبت اندیشی کی ساری سنتیں تازہ کر دیں اور بعض دفتری ملازمین نے من مانی کارروائیاں شروع کرکے ہماری مشکلات میں اضافہ کیا۔ اور نتیجۃً شکایات کا ایک دفتر تیار ہو گیا۔ لیکن اب حالات پر ایک حد تک قابو پایا جا چکا ہے۔ اور ہم اپنی کمزوریوں اور نارسائیوں کا اعتراف کرتے ہوئے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ کسی قسم کی شکایات کی کوئی صورت پیدا ہونے نہیں دی جائے گی۔

چنانچہ اس عہد کے ساتھ ہم قارئین کرام سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ بیش از بیش اس دینی پرچہ کی مزید توسیع اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو کر عنداللہ ماجور ہوں اور قال اللہ اور قال الرسول کی صداؤں کو اقصائے عالم میں پھیلا دیں۔ یہ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو ایصالِ ثواب بھی ہوگا اور اپنے لئے سامانِ سفر اور توشۂ آخرت بھی ــــ

آخر میں دعا ہے۔ الٰہی! تُو نے محض اپنی رحمت سے "خدام الدین" کو استحکام بخشا۔ اور اسے دولتِ استقامت سے سرفراز رکھا ــــ اے اللہ! یہ تیرے ایک پاکباز بندے، برگزیدہ ولی اور مبلغِ قرآن و حدیث کی عظیم یادگار ہے۔ اسے تا ابد قائم رکھ کہ کتاب و سنت کی آواز فضاؤں میں گونجتی رہے اور ہدایت کے سوتے اس سے پھوٹ پھوٹ کر تمام عالم کو سیراب کرتے رہیں۔ دینِ حق سربلند ہو، توحید اور رسالتِ خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پھریرا ہمیشہ لہلہاتا رہے۔ آمین۔

مبارک باد

الحمد للہ! صوبائی اسمبلی کے غیر سرکاری نتائج منظرِ عام پر آ گئے ہیں۔ اللہ کا احسان ہے کہ ہمارے مکرم شیرِ سرحد حضرت مولانا غلام غوث سرحدی (ہزارہ) اور میاں خان محمد صاحب کلیار (سرگودھا) صوبائی اسمبلی میں کامیاب ہو گئے ہیں یہ حضرات محتاجِ تعارف نہیں ہم ان حضرات کو مبارکباد پیش کرتے ہیں حضرت مولانا عبیداللہ انور اور دیگر کارکنانِ ادارہ آپ کیلئے دعا کرتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ صوبائی ایوان میں خدمتِ کتاب و سنت کی توفیق عطا فرمائے۔

اے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما

شیخِ وقت قطب العالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری دامت برکاتہم ومدفیوضہم رائے پور (ہندوستان) سے یکم مئی بروز منگل بذریعہ گاڑی لاہور پہنچ چکے ہیں۔ آپ کا قیام اس وقت حاجی متین احمد صاحب کی کوٹھی پر ہے یہ کوٹھی ایمپرس روڈ پر شملہ پہاڑی کے ساتھ ریڈیو سٹیشن کے بالکل سامنے واقع ہے۔

(ادارہ)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۲۷ر ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۳ر اپریل ۱۹۶۲ء

مخدومنا و مرشدنا حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین صاحبزادہ مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد حضرت اقدس رحمۃ اللہ کی تحریر کردہ ایک تقریر پڑھ کر سنائی اور ارشاد فرمایا۔ کہ حضرت اقدسؒ کے وصال کے بعد مسلسل مصروفیت کی بناء پر میں کسی مجلس ذکر میں شریک نہیں ہوسکا۔ اور اس لحاظ سے یہ میری پہلی مجلس ہے۔ میں ابتداء حضرتؒ کے ہی الفاظ سے کرنا چاہتا ہوں تاکہ برکات و فیوضات میں اضافہ ہو۔ آئندہ جو کچھ بھی ہوگا۔ خود عرض کر دیا کروں گا۔ احقر عبیداللہ انور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کے سوا اللہ تعالیٰ سے محبت کا تعلق پیدا ہو ہی نہیں سکتا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی یاد یعنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ٥ (سورۃ الذٰریٰت رکوع ۳ پارہ ۲۷)

ترجمہ۔ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔

عربی دان حضرات ہی اس کلام کا زور سمجھ سکتے ہیں۔ مَا اور اِلَّا حصر کے لئے آتے ہیں۔ یعنی عبادت کے سوا اللہ کی طرف سے انسانوں اور جنوں پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں کی گئی۔ مکان بنایا یا نہیں کچا بنایا یا پکا۔ گائے بھینس رکھی یا نہیں۔ ان کے متعلق کوئی بازپرس نہیں ہوگی۔ صرف یہ پوچھا جائے گا۔ کہ عبادت کی تھی یا نہیں اس کا جواب تیار کرنے کے لئے جنوں اور انسانوں کو دنیا میں بھیجا گیا ہے۔

آدم علیہ السلام کے زمانہ سے دو دو لائنیں آرہی ہیں۔ اور یہ دونوں قیامت تک جائیں گی۔

۱۔ خیر یا حق کی
۲۔ شر یا باطل کی

دونوں کے داعی ہمیشہ رہے ہیں اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے خیر کی طرف دعوت دینے والے انبیاء علیہم السلام تھے۔ اور ان کے بعد ان کے دروازے کے غلام۔ شر کی دعوت دینے والے شیاطین ہیں۔ شیاطین انسانوں اور جنوں دونوں میں ہوں گے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (سورۃ الانعام رکوع ۱۴ پارہ ۸)

ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شریر آدمیوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا۔

سارے جن شیطان نہیں۔ ان میں سے بعض صحابہ کرام بھی ہیں۔ قرآن مجید میں جنوں کے متعلق ایک مستقل سورت الجن موجود ہے۔ جس میں جنوں کے ایمان لانے کا ذکر ہے۔ روایات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جن حضورؐ کی دعوت کرکے آپ کو اپنے ہاں لے گئے تھے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی الثقلین ہیں۔ یعنی آپ کی بعثت جنوں اور انسانوں دونوں کی رہنمائی کے لئے ہے۔

آج میں ایک خاص بات کہنی چاہتا ہوں جو غالباً اس سے پہلے میں نے اس مجلس میں کبھی نہیں کہی۔ سورۃ آل عمران رکوع ۴ پارہ ۳ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

ترجمہ۔ ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو۔ تو میرا اتباع کرو۔ تاکہ تم سے اللہ محبت کرے۔

اس ارشاد باری سے واضح ہوتا ہے۔ کہ اگر انسان اللہ تعالیٰ سے محبت کی لو لگانا چاہتا ہے۔ تو اس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع لازمی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست بنا لیتے ہیں ہندوؤں کے سادھو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کتنی نفس کشی کرتے تھے۔ میں نے بعض سادھوؤں کو دیکھا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے بازو سکھا لیے۔ بعض ٹانگیں سکھا دیتے ہیں۔ یہ ساری ریاضت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتے ہیں۔ مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہیں۔ اس لئے ان کے مقابلہ میں ایک ادنیٰ کلمہ گو مسلمان کا جو پانچ وقتہ نماز کا پابند ہے۔ اور رمضان کے روزے رکھتا ہے۔ اللہ سے تعلق جڑا ہوا ہوگا۔ کیونکہ یہ اتباع نبی کریم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جن کو باطن کی آنکھیں دیتا ہے۔ ان کو نظر آتا ہے۔ کہ ان سادھوؤں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے کٹا ہوا ہوتا ہے۔ چونکہ توحید کا نور نہیں اس لئے اس کی ساری ریاضت رائگاں جاتی ہے۔ اللہ کے ہاں ان کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر عبداللہ جان اور محمد دین کا عقیدہ درست نہیں۔ دل میں قرآن پر معترض ہیں۔ اور بظاہر مسلمان ہیں ان کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (سورۃ بقرہ رکوع ۱۰ پ ۱)

ترجمہ۔ کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور دوسرے حصہ کا انکار کرتے ہو۔

پاک اور پلید مل جائے۔ تو سب پلید ہو جاتا ہے۔ ایمان اور کفر مل جائے تو ایسا ایمان اللہ کے ہاں مقبول نہیں اس پر خوش نہیں ہونا چاہئے۔ کہ ہم مسلمان ہیں۔ دیکھنا یہ چاہئے۔ کہ کیا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کر رہے ہیں۔ پنجابی اسلام! بنگالی اسلام کشمیری اسلام۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے ۷۲ کھوٹے اسلاموں کو مردود فرمایا ہے۔ سب کے لئے دوزخ کا وعید آیا ہے۔ ایک ہی ناجی فرقہ ہے۔ اس کے متعلق جب صحابہ کرام نے دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما انا علیہ واصحابی جس (راستہ) پر میں

(باقی ص۱۸ پر)

حافظ الحدیث یادگار سلف مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

درسِ قرآن

درس ذیل سیدی و مولائی حافظ احادیث یادگار سلف حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم امیر نظام العلماء مغربی پاکستان نے بدھ کی صبح جامع شیرانوالہ میں ارشاد فرمایا۔ جسے راقم الحروف نے مرتب کیا۔ اس کا ابتدائی حصہ پچھلے شمارہ میں شائع ہو چکا تھا۔ اب دوسری قسط ہدیۂ قارئین کی جارہی ہے۔ (مناظر حسین نظر)

رسالتِ خاتم الانبیاء صلعم کا دعویٰ اور دلیل

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِىْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ۔

ترجمہ:۔ اسی طرح ہم نے تجھے ایک اُمت میں بھیجا ہے کہ اس سے پہلے کئی امتیں گذر چکی ہیں۔

قرآن کا اندازِ بیان کچھ ایسا ہے کہ وہ ہر دعوے کے ساتھ اپنی دلیل پیش کرتا ہے۔ یہاں بھی دعویٰ اور دلیل دونوں موجود ہیں۔

دعوے ہے کہ ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا —— اور دلیل یہ بیان فرمائی کہ آپ سے قبل بھی کئی امتیں گذر چکی ہیں۔ اور انکار کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی رسول ضرور بھیجتے رہے ہیں —— ہماری عادتِ قدیمہ ہے اور اس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

انبیاء سابقین صرف اپنی اپنی قوم اپنے اپنے قبیلے اور محدود علاقوں کے لئے مبعوث ہوتے رہے ہیں لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں (وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ) اس لئے آپ سے نہ صرف تمام نوعِ انسانی ہی نفع اندوز ہوگی بلکہ کائنات ارضی و سماوی اور اس میں موجود ہر ایک شے آپ کے فیضان سے برابر مستفیض ہوتی رہیگی۔

اللہ عزوجل اگر رب العالمین ہیں تو آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔

جہاں جہاں تک میرے رب کی ربوبیت کار فرما ہے۔ میرے آقا کی رحمت بھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ وہاں وہاں موجود ہے —— نہ میرے رب کی ربوبیت کا کسی کو اندازہ ہو سکتا ہے اور نہ عقل ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا احاطہ کر سکتی ہے۔

ضرورتِ ارسال

لِتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ الَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

ترجمہ:۔ تاکہ تو انہیں سنا دے جو ہم نے تیری طرف وحی کیا ہے۔

حاصل یہ نکلا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد قرآن پہنچانا ہے۔

قرآن کے سُننے اور سنانے کی ضرورت

قرآن کے سننے اور سنانے کی بڑی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ "حافظ اور قاری قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں خاص طور پر طلب کئے جائیں گے"۔

اس دن نہ تورات کے پڑھنے والے بلائے جائیں گے نہ زبور کے قاریوں کو یاد کیا جائے گا نہ انجیل کے جاننے والوں کی تلاش ہوگی اور نہ کسی دوسرے صحیفۂ آسمانی کے شیدائیوں کی جستجو کی جائے گی۔ بلکہ صرف مکہ کے یتیم اور ہمارے جی جان سے محبوب پیشوا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے آخری کلام ربانی قرآن حکیم کے قاری اور حفاظ ہی لقاءِ الٰہی کے انعام خصوصی سے نوازے جائیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب قاری اور حفاظ اللہ تعالےٰ کے حضور میں پیش ہوں گے تو اللہ رب العزت ان خوش نصیبوں سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَاْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِى الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَؤُهَا

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا جائے گا قرآن کے حامل کے لئے (اے اللہ کے بندے) قرآن کو پڑھتا جا اور (مہمان خانۂ جنت میں بلند مقامات پر) چڑھتا جا۔ اور اس طریقہ سے پڑھ جیسا کہ تُو دنیا میں سنوار سنوار کر اس کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ پس تحقیق تیری آخری منزل وہ ہوگی جہاں تیرا آخری آیت کا پڑھنا ختم ہوگا۔

چنانچہ جس کو جس قدر قرآن یاد ہوگا اتنے ہی مقامات اُس کے بلند تر ہوتے جائیں گے۔

ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جب قرّاء اور حفاظ کو کلام رحمٰن کی تلاوت کا حکم ہوگا تو وہ عرض کرینگے "یا اللہ! جب ہم دنیا میں قرآن سناتے تھے تو اس سے محبت رکھنے والے لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ لہذا آج انہیں بھی کلام پاک سننے کی نعمت سے محروم نہ رکھا جائے"۔

چنانچہ ان کی درخواست قبول کر لی جائے گی اور سننے والوں کو بھی بارگاہِ خداوندی میں حاضری کا اذنِ عام عطا ہو جائے گا —— اس طرح قرآن سننے والے خوش نصیبوں کے مدارج بھی ان کے ذوق و شوق کے مطابق اونچے کر دئے جائیں گے۔

یہ قرّاء اور حفاظ کی صحبت کا نتیجہ ہے کہ وہ قیامت کے دن انعام خداوندی سے محروم نہیں رکھے جائیں گے ارشاد ربانی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ٥

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! سچوں کی سنگت اختیار کرو۔

لکڑی کے ساتھ لوہا بھی تیرنے

ملکتا ہے۔ کھرے کے ساتھ کھوٹے کی بھی قیمت پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح نیکوں کے ساتھ بد بھی ان کی صحبت کی برکت سے منزل مقصود کو پا لیتے ہیں۔ اسلام نے نماز باجماعت بھی اسی لئے لازم قرار دے دی کہ نیکوں کے ساتھ گنہگاروں کی رسائی بھی بارگاہِ خداوندی میں ہو جائے اور جہاں جماعت میں شریک اللہ کے برگزیدہ اور پاک بندوں کی دعائیں قبولیت کا جامہ پہنیں۔ بندگانِ عاصی بھی اجابتِ دعا سے محروم نہ رہ جائیں۔

قرآن کا سننا، قرآن کا سنانا، قرآن کا پڑھنا اور قرآن کا پڑھانا ایک بہت ہی بڑی فضیلت کی بات ہے یہ ایک نعمتِ غیرمترقبہ ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ۔

ترجمہ:۔ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو خود بھی قرآن سیکھے اور دوسروں کو بھی سکھلائے۔

تلاوتِ کتاب اللہ اور تعلیم کتاب تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ ہر نبی اپنے اپنے دور میں اس مقدس فریضہ کو سرانجام دیتا رہا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے کئی سو سال بعد تک آیاتِ ربانی کے آنے کا سلسلہ موقوف رہا۔ لوگ تعلیمات نبویہ سے بے بہرہ ہو گئے غفلت کی آندھیاں چلنے لگیں شرک و بت پرستی کی گھٹائیں چھا گئیں اور ظلمت کدۂ دہر نورِ توحید سے یکسر خالی ہو گیا۔ تو خدائے قدوس نے اپنی سب سے عزیز تر متاع کو کائنات کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

نَبِیٌّ اَتَانَا بَعْدَ یَاْسٍ وَّ فَتْرَۃٍ
مِّنَ الرُّسْلِ وَالْاَوْثَانُ فِی الْاَرْضِ تُعْبَدُ
فَاَنْذَرَنَا نَارًا وَّ بَشَّرَ جَنَّۃً
وَعَلَّمَنَا الْاِسْلَامَ فَاللّٰہَ نَحْمَدُ

جب یاس و ناامیدی کی گھٹا ٹوپ تاریکیاں فضائے عالم کا احاطہ کر چکی تھیں۔ سلسلہ نبوت کچھ عرصہ کے لئے منقطع ہو کر کسی آنے والے کے لئے چشم براہ تھا۔ اللہ کی زمین پر بتوں کی خدائی کا دور دورہ تھا کہ یکایک آفتابِ نبوت اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ مطلع فاران سے طلوع ہوا۔ کفر کے اندھیرے رخصت ہو گئے شرک کی گھٹائیں چھٹ گئیں۔ فضا اسلام کی ضیاپاشیوں سے جگمگا اٹھی اور اللہ کی حمد و ثنا کے ترانے چار دانگِ عالم میں گونجنے لگے۔

فریضۂ خاتم النبیینؐ

قاعدہ کلیہ ہے کہ آدمی اپنے محسن کی بات بڑے غور سے اور محبت و احترام کے ساتھ سنتا ہے اور احسانات کی شکرگذاری کے طور پر ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کے ہر حکم کی تعمیل بھی اپنے اوپر فرض جانتا ہے۔

خداوند قدوس نے کیا حکیمانہ انداز میں پہلے صفتِ رحمٰن کا ذکر چھیڑ کر منکرین کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی وَ یَکْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے رحمٰن اور رحیم کا ترجمہ بہت ہی پیارا کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ رحمٰن وہ ہے جو بن مانگے دے ـــــ رحیم وہ ہے جو نہ مانگنے سے روٹھ جائے۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ میرے آقا میرے مرشد نے فرمایا۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ غَضَبِیْ۔ میری رحمت میرے غضب سے وسیع ہے۔

صفت رحمٰن کافر و مومن سب پر عام ہے۔ مشرک و موحد کا کوئی امتیاز نہیں ـــــ خدا کا انکار کرنے والے اور اس کی ہستی کا اقرار کر کے اس پر جی جان چھڑکنے والے سب کو یکساں نوازا جاتا ہے۔

دماغ، آنکھیں، کان، بازو اور دیگر اعضائے جسمانی، جسم میں قوت و سکت، زبان میں طاقتِ گویائی، آنکھوں میں بینائی۔ یہ سب چیزیں اگر مومن کو تفویض کی ہیں تو کافر کو بھی ان سے محروم نہیں رکھا ـــــ اولاد موحد کو بھی عطا فرمائی اور کافر کو بھی ـــــ دنیوی نعمتیں، دولت و ثروت اور ساز و سامان دنیا اگر زندیقوں اور ملحدوں تک کو بے اندازہ دیا تو مومن و مسلم بھی اس سے بقدر ضرورت نفع اندوز ہو رہے ہیں۔ رحمٰن اور رب کی صفات کاملہ کے بیان سے یہ یاددہانی کرائی کہ ہماری نعمتوں سے متمتع بھی ہوتے ہیں اور ہماری بارگاہ سے روگردانی بھی کرتے ہیں۔ ہماری رحمت کے سوا انہیں سامانِ راحت بھی کہیں سے فراہم نہیں ہو سکتا۔ لیکن وہ غیروں کی چوکھٹوں کی دھول چاٹ کر ہماری رحمت سے منہ بھی موڑ رہے ہیں ـــــ ہمارے آستانہ الوہیت کے سوا سر جھکانے اور پیشانی رگڑنے کی جگہ ہی کوئی نہیں لیکن وہ اپنے ساتھیوں کو ماسوا اللہ کے آگے گھس گھس کر داغدار بنانے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔

اندازِ تبلیغ

قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ مَتَابِ

ترجمہ:۔ وہی میرا رب ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

اے میرے پیارے کملی والے! ان سے کہہ دیجئے ـــــ وہی ہے جو ازل سے تا ابد ہمارا مربی، پالنہار، کارساز اور پروردگار ہے اس کے سوا صفاتِ کارسازی کسی میں نہیں اور نہ ہی دوسرا کوئی ہر گھڑی اور ہر آن ہماری نگہداشت اس کے سوا کر سکتا ہے۔

هُوَ رَبِّیْ کہلوانے میں بھی ایک حکمتِ خداوندی پوشیدہ ہے۔ هُوَ ضمیر غائب کی ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ وہ اونچی شانوں والا ہے ـــــ تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ نہ وہ تمہاری پہچان میں آ سکتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ۔ اس کی ہستی عقل و فہم سے ورا اور وہم و گمان سے باہر ہے۔ اُسے مکہ کے یتیم اور آمنہ کے لال کے سوا کسی اور نے نہیں دیکھا۔

اسی ہادیٔ کائنات نے دیکھا اور فرمایا۔ هُوَ رَبِّیْ ـــــ وہی میرا رب ہے ماننے والوں نے بن دیکھے خدا کا اقرار کر لیا ؎

اک دیکھنے والے کا کہا مان لیا ہے
سو بار تجھے ہم نے خدا مان لیا ہے

ہمارا ایمان ہے حضورؐ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ کلام رحمٰن ہے۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝

خطبۂ یوم الجمعہ ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۶۲ء

یہ خطبۂ جمعہ بھی حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا سابقہ تحریر فرمودہ ہے۔ جسے اس جمعہ مبارک کو احقر نے دوبارہ پڑھ کر سنایا۔ گاہے گاہے بازخواں ۔ ۔ ۔ ۔

(احقر عبید اللہ انور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

قوم کا عروج اور زوال

اکثریت کے اخلاق پر موقوف ہوتا ہے۔

برادرانِ اسلام! گذشتہ قوموں کے عروج و زوال کی صحیح تاریخ قرآن مجید میں موجود ہے اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قوم کے اکثر افراد با اخلاق ہوں وہ بامِ عروج پر پہنچ جاتی ہے اور جس قوم کی اکثریت بداخلاق ہو وہ قعرِ مذلت میں جا گرتی ہے۔ قومیں اپنی آبادی اور اپنی بربادی کو آپ دعوت دیتی ہیں —— چنانچہ احکم الحاکمین کا فرمان ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔

ترجمہ:۔ بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وُہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔

احکم الحاکمین عرشِ معلّٰی پر ہے۔ یہ اس کی عظمت اور رفعت شان بیان کرنے کے لئے کہتے ہیں۔ ورنہ وہ ہر جگہ پر موجود ہے۔ اسی کے ارادہ اور منشاء کے مطابق سارے کام سرانجام پاتے ہیں۔ اس جہان اور اس کے مصنوعی حکام سے اوپر وہ ایک بالادست طاقت ہے۔ جس کے فیصلہ سے قومیں ترقی کے منازل طے کرتی ہیں۔ اور اسی کے فیصلہ سے تباہ و برباد کر دی جاتی ہیں۔ پھر باوجود خزانوں، جرّار فوجوں اور فولادی قلعوں کے کوئی اس کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ بڑی بڑی مغرور قوموں اور سلطنتوں کو آنِ واحد میں تہس نہس کرکے رکھ دیتا ہے۔ مَیں اس سلسلہ میں چند شہادتیں پیش کرتا ہوں۔

۱۔ قوم نوحؑ کی حالت

آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک سولہ سو بیالیس سال کے عرصہ میں جو دس پشتیں پیدا ہوئیں ان میں سے اکثر لوگ نیک نہاد، خدا پرست، کفر اور شرک سے پاک تھے اور اپنے اپنے زمانہ کے پیغمبروں کے بتائے ہوئے عبادات کے طریقوں کے پابند تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے کچھ عرصہ پہلے ساری قوم باری تعالےٰ کے تصوّر توحید اور صحیح دینی ذکر سے یکسر ناآشنا ہو چکی تھی۔ معبودِ حقیقی کی جگہ ان کے خود ساختہ بتوں نے لی تھی۔ غیر اللہ کی پرستش اور اصنام پرستی عام ہو چکی تھی۔ شیطان نے اللہ تعالےٰ سے تعلق توڑ کر ان کے بزرگوں کی قبروں اور ان کے بتوں اور مجسموں سے جوڑ دیا تھا۔

مَیں کہا کرتا ہوں کہ خاوند اپنی بیوی کا تعلق اپنے باپ سے بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اولیاء کرام بڑے قابل عزت اور واجب الاحترام ہیں۔ اولیاء کرام کتنے ہی مقربین الٰہی ہوں، کتنے ہی بزرگ ہوں۔ ان کے احترام میں کوئی شک و شبہ نہیں جو ان کی بے حرمتی کرے۔ اس پر خدا کی لعنت۔ لیکن میرے بھائیو! اگر بیوی کا تعلق باپ سے بھی ہو جائے تو بھی خاوند اسے برداشت نہیں کر سکتا۔

چنانچہ وہ لوگ خدا تعالےٰ سے براہ راست مرادیں مانگنے کے بجائے بتوں سے درخواست کرتے۔ کہ ہمارا کام خدا تعالےٰ سے کرا دیجئے۔

اور ان میں زناکاری کا زور ہونے لگا۔ امیر طبقہ ہمیشہ عیاش اور بدمعاش ہوتا ہے۔ امیر جو گناہ چاہے کر سکتا ہے۔ غریب اس پر قادر نہیں ہوتا۔ امیر جب چاہے زنا کر سکتا ہے، جب چاہے شراب پی سکتا ہے۔ اسی واسطے امیر طبقے کی اصلاح مشکل ہوتی ہے۔ اور غریب طبقہ جلدی اصلاح پذیر ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت نوح علیہ السلام کے تابعدار زیادہ تر غریب طبقہ ہی تھا امراء کہتے تھے کہ تمہارے تابعدار تو کمینے لوگ ہی ہوتے ہیں۔ کمینے کے معنی۔ جو محنت مشقت کرکے حلال روزی کمائے شریف وہ جو حرام کمائے۔ جو دوسروں کی محنت پر گلچھرے اڑائے۔ یہ کمّی حضرت نوحؑ کے وقت سے چلے آتے ہیں۔ کوئی بڑھئی ہے کوئی لوہار ہے، کوئی حجام ہے، کوئی موچی ہے۔ الغرض جب زمین پر انسان کی بدی اور بدکاری حد سے بڑھ گئی۔ اس وقت سنت کے مطابق ان کی رشد و ہدایت کے لئے ان میں سے ہی ایک ہادی اور اللہ کے سچے رسول نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔

نوحؑ کی دعوت اور اس کا نتیجہ

قولہٗ تعالےٰ:۔ کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ نِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَہُمْ اَخُوْہُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ ۝ قَالُوْا اَنُؤْمِنُ لَکَ وَاتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝ ۔ ۔ ۔ ۔ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ کَذَّبُوْنِ ۝ ۔ ۔ ۔ ۔ فَاَنْجَیْنٰہُ وَمَنْ مَّعَہٗ فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَمَا کَانَ

اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

(سورۃ شعراء - رکوع ۷)

ترجمہ :- نوحؑ کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی نوحؑ نے کہا۔ کیا تم ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔ سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ انہوں نے کہا۔ کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں حالانکہ تیرے تابع تو کمینے لوگ ہوتے ہیں۔ ...... کہا۔ اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلایا ہے۔ .... پھر ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے۔ بچا لیا۔ پھر ہم نے اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ البتہ اس میں بڑی نشانی ہے۔ اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔

عبرت

قرآن مجید میں بتایا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو دعوتِ توحید دی۔ کفر اور شرک سے تائب ہونے کو کہا اور اولیاء کرام کی قبر پرستی سے باز آنے کو فرمایا۔ حضرت نوحؑ کی لگاتار اور پیہم کوشش کے نتیجہ میں صرف چالیس آدمی ایمان لائے۔ باقی ساری قوم نے حضرت نوحؑ کو جھٹلایا۔ اور کذاب بتایا۔ اس طویل مدت میں اتنی قلیل تعداد کا ایمان لانا اور اکثریت کے اپنی ہٹ دھرمی اور ضد پر قائم رہنے کے باعث حضرت نوح علیہ السلام نے ان کی تباہی و بربادی کی دعا کی — اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ زمین کی سوتیں کھول دیں اور آسمان سے پانی برسایا۔ پانچ ماہ تک پانی کی باڑ زمین پر رہی۔ آسمان کے نیچے اونچے اونچے پہاڑوں پر پندرہ پندرہ ہاتھ پانی چڑھ گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان چالیس آدمیوں کو جو ان پر ایمان لائے تھے اور حیوانات اور ہر پرند و چرند کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کرایا گیا۔ باقی ساری قوم تکذیب رسل اور اپنی بداعمالی کے سبب سے غرق ہو گئی۔

سب سے بڑی بد اخلاقی

اس سے بڑھ کر اور کیا بد اخلاقی ہو گی کہ انسان اس محسن حقیقی کا نافرمان ہو جس نے ماں باپ کے نطفہ سے اپنی قدرت کاملہ سے ماں کے رحم میں انسان کا وجود بنایا۔ آنکھوں میں بینائی زبان میں گویائی، کانوں میں شنوائی، دماغ میں عقل ڈالی، ہاتھوں کو پکڑنے اور پاؤں میں چلنے کی طاقت عطا فرمائی۔ اور پھر محض اپنی قدرت سے ماں کے پیٹ سے باہر نکالا۔ اور اس کی چھاتیوں سے دودھ پلا کر پروان چڑھایا۔ ماں کو اتنا مہربان بنایا کہ اس بے بس بچے کی ہر ممکن خدمت اس نے شوق سے انجام دی۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بے انتہا نعمتوں سے اسے پال کر جوانی کے درجہ پر پہنچایا۔ ایسے محسن کا جو شخص نافرمان ہو۔ اس کے حکم کی تعمیل سے جی چرائے اور اس کے حضور میں بلانے سے بھی نہ آئے۔ اس شخص سے زیادہ کون بد اخلاق ہو گا۔ جو اپنے خالق اپنے رازق اور معبود حقیقی کو چھوڑ کر اس کا حق دوسروں کو دے۔ اس ظلم سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے۔ اس کھلے ظلم اور بد اخلاقی کی پاداش میں قوم نوح غرق کر دی گئی۔

۲- قوم عاد

قولہ تعالیٰ :- كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ○ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ○ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ○ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ○ (سورۃ شعراء ع ۷)

ترجمہ :- قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا۔ کہ تم کیوں نہیں ڈرتے۔ البتہ میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو۔ اور میرا کہا مانو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم ہر اونچی زمین پر کھیلنے کے لئے ایک نشان بناتے ہو۔ اور بڑے بڑے محل بناتے ہو۔ شاید کہ تم ہمیشہ رہو گے۔ اور جب ہاتھ ڈالتے ہو۔ بڑی سختی سے پکڑتے ہو۔ پس اللہ سے ڈرو۔ اور میرا کہا مانو۔"

اکثر افراد کی مخالفت کی وجہ سے قوم کی تباہی

قولہ تعالیٰ :- فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ :- پھر انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا۔ تب ہم نے انہیں ہلاک کر دیا البتہ اس میں بڑی نشانی ہے۔ اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔

عاد ایسی شہ زور قوم بد اخلاقی کے باعث تباہ ہو گئی

عاد بن ارم حضرت نوح علیہ السلام کا پڑپوتا تھا۔ اس کی نسل سے ایک بڑی شہ زور اور صاحب حکومت قوم پیدا ہوئی۔ جس کو عاد اولیٰ کہتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام سے اس قوم تک مسلسل خالص دین قائم رہا۔ جب یہ قوم اپنے انتہائی عروج کو پہنچ گئی تو اس کو بھی کیڑا لگ گیا۔ سب سے پہلے ان میں یہ خرابی پیدا ہوئی کہ جو نیک اور بزرگ آدمی مر جاتا۔ یہ اس کے ہم شکل مجسمہ (بت) بطور یادگار تیار کراتے۔ پھر ہوا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بجائے یہ ان سے ہی مرادیں مانگنے لگے۔ جب ان میں یہ مشرکانہ عادتیں جڑ پکڑ گئیں تو حضرت ہود علیہ السلام ان ہی میں سے ان کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے۔ قوم ہود کے تیرہ قبیلے تھے اور ان کے علاقے بہت سرسبز اور شاداب تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام پچاس برس تک اپنی قوم کو وعظ کہتے رہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی حاجت روا ہے وہی مارنے والا ہے اور زندہ کرنے والا ہے۔ اسی کے قبضہ قدرت میں ساری طاقتیں ہیں۔ اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ تم کو ہمیشہ زندہ

نہیں رہتا ہے۔ قوم نے ان کی بات سنی ان سنی کر دی پیغمبر کو جھٹلایا۔ اور اللہ تعالےٰ کے احکام کی نافرمانی کی اور اپنے جابر و سرکش سرداروں اور بے دین لوگوں کی بات مانی۔ اس بے راہ روی اور غلط کاری کے سبب دنیا میں ان پر لعنت پڑی اور قیامت کے دن بھی ان پر لعنت پڑے گی۔ یہ قوم عاد ایسی زبردست قوم تھی۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ہ کہ ہم نے ایسی زبردست قوم پیدا نہیں کی۔ پھر اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ سات دن اور سات راتیں تباہ کن آندھی آتی رہی۔ اس کے غضب کی آندھی تو ایک منٹ میں تباہ کر دیتی ہے۔ یہ ان کی توہین اور تذلیل کے لئے سات دن آتی رہی۔ ورنہ کوئٹہ کے زلزلہ کی طرح وہ ایک سکینڈ میں تباہ کر دیتا ہے۔ ثابت یہ کرنا چاہتا ہوں کہ قومیں خواہ کتنی ہی طاقت ور کیوں نہ ہوں۔ مگر بداعمالی کے سبب اللہ کی طاقت ایک ذراسی دیر میں ان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

۳۔ قوم ثمود

قولہ تعالےٰ:۔ كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ہ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ہ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ہ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ہ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هٰهُنَا آمِنِينَ ہ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ہ وَّزُرُوعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ہ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فٰرِهِينَ ہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ہ ..... قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ہ

(سورۃ الشعراء رکوع ۸)

ترجمہ:۔ قوم ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا۔ کیا تم ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تمہیں ان چیزوں میں یہاں بے فکری سے رہنے دیا جائے گا۔ یعنی باغوں اور چشموں اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا خوشہ ملائم ہے اور تم پہاڑوں کو تراش کر تکلف سے گھر بناتے ہو۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ . . . . . کہنے لگے تم پر تو کسی نے جادو کیا ہے۔

جیسے طبیب مریض کو اس کی حالت بتائے کہ رات کو تمہیں نیند نہیں آتی ہوگی۔ تم کو پیاس لگتی ہوگی اور تمہیں کھل کر بھوک نہیں لگتی ہوگی طبیعت میں اضطراب اور بے چینی رہتی ہوگی۔ اگر بے وقوف مریض الٹا طبیب پر جرح کرے۔ تو یہ اس کی بڑی بدقسمتی ہوگی۔ اسی طرح جب حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ کیا تم انہی عیش و عشرت کے سامانوں میں جو دنیا میں تمہیں میسر ہیں۔ باغوں، چشموں، کھیتوں اور کھجوروں میں ہمیشہ رہنے دئے جاؤ گے؟ تم پہاڑوں میں گھر بنا کر ان پر بڑے اتراتے ہو؟ اللہ سے ڈرو۔ اور اس کی نافرمانی نہ کرو۔ میرا کہا مانو۔ قوم نے ان کی بات نہ سنی اور کہا تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے۔

نافرمانی کا نتیجہ

قولہ تعالےٰ:۔ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ط إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً ط وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ہ (سورۃ شعراء ع ۸)

ترجمہ:۔ پھر انہیں عذاب نے آ پکڑا۔ البتہ اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ قوم نوحؑ، قوم ہودؑ، قوم صالحؑ کی اکثریت اللہ تعالیٰ کی نافرمان اور پیغمبروں کی مخالف تھی۔ اسی لئے وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوئی اور ابدی جہنم کی مستحق ٹھہرائی گئی۔ جن قوموں کو جن گناہوں کی پاداش میں برباد کیا گیا ہے۔ دعا کیجئے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ان گناہوں سے بچائے۔ آمین!

اکثریت کے اخلاق حمیدہ کی برکت سے عروج

برادران اسلام! آپ کو معلوم ہے کہ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرامؓ کی جماعت تقریباً ساری کی ساری مخلص اور توحید پرست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان نثار اور عاشق تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ نے سب سے بڑی دنیاوی عزت یعنی بادشاہی انہیں عطا فرمائی۔ اور آخرت میں ہمارا ایمان ہے کہ ہر صحابی جنت کا مستحق ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔

باغی نہیں فاسق

برادران اسلام! آپ کو معلوم ہے حکومت کے مخالفوں کی دو قسمیں ہیں ایک باغی۔ جو سرے سے اس حکومت کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ انہیں حکومت الٰہی میں مشرک اور کافر کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے فاسق یعنی بدمعاش کہلاتے ہیں۔ بدمعاش حکومت اور اس کے قانون کو تسلیم کرتا ہے مگر عملاً بادشاہ کے قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ مثلاً چور اور ڈاکو۔ آپ جانتے ہیں کہ باغی کو حکومت کبھی معاف نہیں کرتی۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جیل میں رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح مشرک اور کافر کے لئے کوئی نجات نہیں اور وہ ہمیشہ ہی دوزخ میں رہیں گے۔ البتہ بدمعاش کو سزا بھگتنے کے بعد جیل سے نکال دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ قانون الٰہی کی مخالفت کرتے ہیں انہیں عربی اصطلاح میں فاسق کہا جاتا ہے۔ فاسق بھی گرفت الٰہی میں مشرک اور کافر کی طرح آتے ہیں یعنی دنیا میں ذلیل اور آخرت میں جہنم رسید ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بالآخر نکل آئیں گے۔

پاکستان کے باشندے

پاکستان کے باشندوں کو دیکھا جائے تو یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہاں اکثریت مشرکوں یا کافروں کی ہے۔ البتہ یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ یہاں فاسقوں کی اکثریت ہے۔ اللّٰهم لا تجعلنا منهم

منصفانہ شہادت

برادران اسلام! میں آپ ہی سے باشندگان مغربی پاکستان کے متعلق منصفانہ شہادت لینا چاہتا ہوں۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

(سید محمد ازہر شاہ قیصر، دیوبند)

مولانا حفظ الرحمٰن سلمہ الرحمٰن

حضرت مولانا حفظ الرحمن مدظلہ العالی صرف ہندوستان کی ہی متاعِ عزیز نہیں۔ سارا عالم اسلام آپ کی ذات گرامی کو سرمایہ عز و شرف سمجھتا ہے۔ حضرت مولانا کی علالت محض ان کی ذات سے مخصوص نہیں چار کروڑ بھارتی مسلمانوں کی زندگیاں درد و کرب میں مبتلا ہیں۔ نہیں نہیں! کائنات ارضی پر بسنے والے فرزندان اسلام کے دل ڈول رہے ہیں۔ انکی گرمی حیات سرد پڑ گئی ہے۔ ادارہ خدام الدین صدق دل اور انتہائی خشوع و خضوع سے بارگاہ رب العزت میں دست بدعا ہے۔ کہ وہ حضرت مولانا مدظلہ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ اور ابن محدث اعظم حضرت مولانا ازہر شاہ صاحب قیصر سلمہ اللہ تعالیٰ کے ان الفاظ کو قبولیت کا لبادہ پہنائے۔

"کریما! گنبد خضرا میں آرام فرمانے والے سید الرسل کا صدقہ مسلمانوں کے چمنستان حیات کی یہ بہار قائم رہے۔ مسلمانوں کی یہ زبان بولتی رہے یہ دل دھڑکتا رہے اور یہ چراغ روشن رہے ۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

(نظر)

دل شعلہ بساز اب بھی جاں زہرہ گداز اب بھی
یہ ان کا مجاز اب بھی لاکھوں میں اک انسان ہے

وہ ایک روح دلنواز، ایک پیکر حسن و محبوبی، ستاروں کی تنگ تابی اور شب ماہ کا ایک کیف جاوداں ایک موجۂ نسیم وصبا، ایک نکہت گل، ایک صبح خرام ایک گل لالہ ایک شعلہ خرمنِ سوز، ایک شرارہ آتش افروز رونق چمن، چراغ انجمن، یثرب و بطحا کی ایک مقدس آواز، وادیٔ عرفات اور جبلِ احد کا ایک نعرہ فلک پیما، گنگا کی عظمت، اور دریائے جمن کا بانکپن، قرآن کا اعلانِ حق اور وطنی وفاداری کا ایک نشانِ راہ وہ وضعداری شرافت اور مروت کا ایک دریا جرأت اور جذبہ حق گوئی کا ایک پہاڑ، تہذیب و انسانیت کی ایک دیوار چین اور زندگی کی بنیادی سچائیوں کا ایک تاج محل علوم شریعت کا ایک خزانہ اور عصری سیاست کا ایک رہنما، جس نے سالہاسال مُردوں میں کھڑے ہوکر اذان دی، جس نے لاکھوں اجل نصیب مسلمانوں کے لاشوں ان کی لٹتی ہوئی عزتوں اور لٹتی ہوئی عظمتوں کی حفاظت کی؟ جس کی زندگی کے پندرہ برس مظلوموں کی آہوں اور سسکیوں کے درمیان گزرے۔ جس نے سر برہنہ تلواروں اور انتقام و مخالفت کی بھڑکتی ہوئی آگ کا جی جان سے مقابلہ کیا۔ جہاں کسی مسلمان کے رونے کی آواز کان میں آئی وہیں وہ اپنے جسم و جان کی پرواہ کئے بغیر آگے بڑھ گیا۔ جس نے چٹائی پر بیٹھکر مخلوق خدا کی خدمت کی۔ اور اس بے غرضانہ خدمت کی بدولت ان کے دلوں پر حکومت کی جس کی شعلہ بیانی، شعلہ نفسی اور شعلہ نوائی سے حضرت عمر فاروقؓ کے جلال ایمانی کا چراغ روشن اور جس کی فصاحت و بلاغت حضرت علیؓ کی سحر بیانی کے مشابہ جس نے اپنے علم و تحقیق سے اپنے استاذ علامہ انور شاہ کشمیری کے وہبی علوم کی یاد تازہ کی اور جس نے اپنے جوش مجاہدانہ اور جذبۂ فداکارانہ سے اپنے استاذ الاساتذہ مولانا محمود الحسنؒ کی روح ایمانی کو زندہ کیا۔ ساری دنیا انہیں مولانا حفظ الرحمن کہتی ہے۔

مگر میرے نزدیک وہ مولانا کی قسم سے بہت آگے کی کوئی چیز ہیں۔ زندگی کے تیس سال کا ساتھ کوئی معمولی ساتھ نہیں۔ اس لمبے عرصہ میں ان کی زندگی کے سبھی پہلو میں نے دیکھے۔ ہر معیار پر میں نے انہیں جانچا اور ہر کسوٹی پر انہیں پرکھا مگر وہ ہمیشہ کندن سونا ہی نکلے۔ ہمیشہ ایک لعل شب تاب ہی نظر آئے ہمیشہ ایک گوہر جہاں تاب ہی دکھائی دیئے۔ یہ مرد درویش ظاہری شان و شوکت سے مستغنی، فوج و فرا اور پیل و پیادہ سے بے نیاز ہے۔ اس کی زندگی کا حسن خارجی کسی زیبائش و آرائش کا محتاج نہیں یہ اپنی اسی سادگی اور بے نیازی میں دور دور تک مؤثر۔ اسی بے سروسامانی میں ازکراں تابکراں رواں دواں ہے ایک روشنی ہے۔ جو برابر آگے بڑھتی اور پھیلتی رہی ہے۔ ایک سچائی ہے جس نے دشمنوں سے بھی خراجِ تحسین وصول کیا ہے۔ ایک صداقت ہے جس کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں شعلہ نفس اور گرم رو حفظ الرحمٰن بگڑنے پر آئے۔ تو اسے سنبھالنا مشکل ہو۔ اور اس کا بگڑنا، خفا ہونا اور شیر کی طرح گرجنا بھی ایسا کہ ہزاروں حلم بردباری اور نرمی و مسکنت اس پر قربان۔ اور مزاج پر قدرت کا یہ عالم کہ اسی بگاڑ ہی میں وہ بناؤ کے راستے ڈھونڈ لیتے ہیں۔ بگڑتے بگڑتے وہ آپ کے بن جاتے ہیں۔ روٹھتے روٹھتے من جاتے ہیں۔ بچوں کی طرح معصوم غصہ اور سادہ دل لوگوں کی طرح نہ ٹھہرنے والی ناراضگی حفظ الرحمن ایک شخص نہیں ایک تاریخ ہے ایثار و استقلال کا ایک افسانہ ہے۔ جرأت و شجاعت کا ایک دور ہے اور حرکت و عمل کا ایک نمونہ

جلسہ ڈابھیل کے کسی اجتماع میں مشہور شعلہ مقال خطیب امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ نے استاذ الاساتذہ علامہ سید انور شاہ کشمیری کے متعلق کہا تھا۔ کہ میں ان کے لئے اس سے زیادہ کیا کہوں کہ وہ صحابہؓ کے قافلہ کے ایک آدمی تھے۔ جو بچھڑ کر اس دور میں آ گئے تھے۔ یہ بخاری صاحب کے اس جملہ کی نقل نہیں بلکہ اپنی جگہ ایک صداقت ہے کہ مولانا حفظ الرحمٰن اس نسل کے ایک فرد ہیں۔ جس نے جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے درہ خیبر اور درہ کوہاٹ کی پہاڑیوں، سندھ اور راجپوتانہ کے بے آب و گیاہ صحراؤں بحر عرب کے ساحلوں ترکستان و خوارزم کی وادیوں، خطا و ختن کے میدانوں، کشمیر و ایران کے خیابانوں اور ممالک مغرب کے قلب و جگر کو روند ڈالا تھا۔

اٹھو اور ایک دفعہ حفظ الرحمن کی صورت دیکھ لو تم نہیں تمہاری آنے والی نسلیں تک اس پر فخر کریں گی۔ کہ ہمارے بڑوں نے اسی مرد صف شکن و صف آرا کو دیکھا تھا جس کے ہاتھ میں تلوار نہیں تھی۔ مگر اس نے تیغ رانی کے جوہر دکھائے جس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ مگر اس نے سب کچھ رکھنے والوں کا مقابلہ کچھ اس شان سے کیا کہ طاقت زچ ہو کر تھک کر اور بے جان ہو کر پیچھے کو گر پڑی۔ آج مولانا حفظ الرحمان بیمار نہیں بلکہ چار کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کا دل مضطرب ہے۔ کریما! گنبدِ خضرا میں آرام فرمانے والے سید الرسل کا صدقہ مسلمانوں کے چمنستان حیات کی یہ بہار قائم رہے مسلمانوں کی یہ زبان بولتی رہے یہ دل دھڑکتا رہے اور یہ چراغ روشن رہے

(بصد شکریہ ہفت روزہ "بیباک")

قرآن و حدیث کی صداقت پر

امام الاولیاء لاہوریؒ کی مرقد انور کی شہادت

قاضی محمد زاہد الحسینی، ایبٹ آباد

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد انور (واقعہ قصبہ خارتنگ علاقہ سمرقند) سے خوشبو کا آنا متواتر ہے۔ آج بارہ سو سال سے وہاں کی معطر فضا زائرین کے ایمان کو تازہ کر رہی ہے۔ خداوند قدوس نے اپنی رحمت کا اظہار امام الاولیاء مولانا احمد علی صاحب قدس سرہ العزیز کی آرامگاہ پر بھی فرمایا۔ لاکھوں انسانوں نے اُس خوشبو کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ تجزیہ اور تجربہ کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔ کہ واقعی "مولانا کی قبر اور اس کے ارد گرد سے خوشبو آتی ہے"۔

اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ ہر قبر اور ہر اس جگہ سے جہاں کسی انسان کا بدن اصلی شکل میں یا ذرات خاکی کی شکل میں یا مادہ سیال کی شکل میں پڑا ہو وہاں سے بدبو یا خوشبو آتی ہے۔ روحانی قوت سے مشرف حضرات اس کو محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے کہ موت فنائِ کاملہ کا نام نہیں۔ بلکہ موت تو انتقال مکانی کا نام ہے۔ محدث عصر علامہ انور شاہ کاشمیری نے فرمایا۔ ع

موت ایں طرف بود زیستن آں طرف

اور اقبال مرحوم نے اسی کی تشریح اردو زبان میں کرتے ہوئے فرمایا ؎

فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دُور رہتا ہے

چنانچہ قرآن کریم نے موت کے فوراً بعد انسانی حیاتِ قبر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ۝ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۙ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ

ترجمہ:- پھر (جب قیامت آئے گی) اگر وہ مقربین میں سے ہے تو (اس کے لئے) راحت اور خوشبوئیں اور عیش کے باغ ہیں۔

اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے تو کھولتا ہُوا پانی مہمانی ہے۔

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفر النیران

(مشکوٰۃ)

ترجمہ:- قبر یا تو جنّت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ بن جاتا ہے اور یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتا ہے۔

آئے دن اخبارات میں ایسے واقعات کثرت سے آتے رہتے ہیں کہ فلاں جگہ قبر سے آگ نکلی اور متواتر کئی دن تک شعلے بلند ہوتے رہے اور فلاں جگہ سے دھواں نکلتا رہا۔ (العیاذ باللہ)

قبر کا جنت کے باغوں سے باغ بن جانا بھی یقینی ہے۔ جس کا مشاہدہ حضرت کی مزارِ پُر انوار سے ہو رہا ہے۔ جس وجود پاک نے ستر اسّی سال خداوند قدوس کی اطاعت میں گذارے جو تزکیہ نفس کے اس بلند مقام پر فائز ہُوا جس کی مثال اس کے معاصروں میں نہ مل سکی۔ اس کی تربت سے خوشبو کا آنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔

قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ اسرارھم نے ارشاد فرمایا۔

"و گفتہ اند کہ ابوالحسن نوری رحمہ اللہ تعالٰے نوری ازاں مے گفتند کہ از ایشاں بارہا نور دیدہ شد و بسیار خواص و عوام از مقابر صلحا و شہداء، نور مرتفع می بینند و ایں نور نفس زاکیہ ایشاں ست کہ چوں کارِ نفس عالی مے بود نور او در بدن سرایت مے کند و طبع مزاج بدن می گردد و باز اگر نفس از بدن مفارق ہم مے شود تاہم آں جسد منبع انوار و منفذ آں مے باشد چنانچہ در حالت حیاۃ و بقاء نفس بود"۔

(صفحہ از کتاب امداد السلوک مؤلفہ حضرت قطب الارشاد)

یعنی جو بدن اس دنیا میں اطاعتِ خداوندی اور تزکیہ نفس کے عالی مقام پر فائز رہتا ہے وہ اس جہان فانی سے چلے جانے کے بعد بھی انہیں صفات کے ساتھ موصوف رہتے ہوئے مطلع انوار بن جاتا ہے۔ اس لئے اکثر اولیاء اللہ کے مزارات سے "نور" کا مشاہدہ عام و خاص لوگوں کو ہوتا رہتا ہے۔

یعنی ایک انسان زندگی میں جن اعمال کا پابند رہا ہو موت کے بعد اُس کی قبر سے وہ اعمال برزخی شکل میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم کو نور فرمایا تو عامل بالقرآن کے مزارِ پُر انوار سے نور کا ظاہر ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ حدیث میں عامل بالقرآن کو اس نارنگی سے تشبیہ دی جس کا مزہ بھی لذیذ اور خوشبو بھی دل پسند ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک صحابی نے ایک قبر سے سورہ ملک کو اتنی دفعہ سنا۔ کہ سن سن کر حفظ کر لی۔ (ترمذی)

اللہ تعالٰے ہم سب کو امام الاولیاءؒ کے بتائے ہوئے رستے پر چلائے اور ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔ آمین!

بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۹ سے آگے

۱- کیا پاکستان میں نمازی زیادہ ہیں یا بے نماز؟ سب نے متفقہ جواب دیا کہ بے نماز زیادہ ہیں۔

۲- قرآن مجید پر عمل کرنے والے زیادہ ہیں یا نہ عمل کرنے والے؟ سب نے متفقہ جواب دیا کہ عمل نہ کرنے والے زیادہ ہیں۔

۳- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر معاملہ میں پیروی کرنے والے زیادہ ہیں یا بے پرواہی برتنے والے؟ سب نے متفقہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کی پیروی نہ کرنے والے زیادہ ہیں

۴- لین دین کے معاملہ میں صفائی رکھنے والے زیادہ ہیں یا بد معاملہ زیادہ ہیں؟ سب نے متفقہ جواب دیا۔ کہ بد معاملہ زیادہ ہیں۔

۵- سرکاری ملازمتوں میں رشوت لے کر کام کرنے والے زیادہ ہیں یا رشوت کے سوا کام کرنے والے زیادہ ہیں؟ سب نے متفقہ جواب دیا کہ رشوت لے کر کام کرنے والے زیادہ ہیں۔ اقرأ کتابك كفى بنفسك اليوم عليك حسيبًا۔ نہ تو خالق سے ہمارا تعلق درست ہے نہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہمارا تعلق درست ہے۔ نہ آپس میں تعلقات درست۔ ان حالات میں خود فیصلہ کیجئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس سلوک کے مستحق ہیں۔

میں پھر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسا وقت بھی آئے گا جب روئے زمین پر ایک اللہ کا نام لینے والا بھی کوئی نہ ہوگا لیکن پھر بھی میرے دوستو اکثریت ہمارے ہاں فاسقوں، بدمعاشوں کی ہے اب اس کے قانون کی رُو سے ہم قابل گرفت ضرور ہیں۔ دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی گرفت سے بچائے۔ اور ہمارے عوام اور حکام کو بے راہ روی سے بچنے کی توفیق دے اور ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین!

بنی امیہ کے ایک خلیفہ نے کہا تھا۔ یہ ٹھیک ہے۔ تمہارے خلیفہ خلفاء راشدین کی طرح نہیں لیکن تم بھی ان کے عوام کی طرح نہیں۔ جیسے تم ہو ویسے تمہارے خلیفہ ہیں۔ اسی طرح جیسے ہماری اکثریت خراب ہے۔ اسی طرح ہمارے حکام کی اکثریت خراب ہے۔

راہ نجات

برادران اسلام! جب کسی قوم کی اکثریت کے اخلاق بگڑ جائیں اور قوم کسی ہادی کی بات ماننے کے لئے تیار نہ ہو۔ اس صورت میں حق پرست انسان کے لئے راہ نجات یہی ہو سکتی ہے کہ اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اور خلق خدا سے درست رکھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس طریق کار پر عمل کرنے سے اس کی نجات ہو جائے گی۔ وما علینا الا البلاغ۔

قاضی محمد زاہد الحسینی غفرلہ

امام الاولیاء کی اصغر نوازی

سیرت و کردار کا رُخ

اسلام نہ صرف اخوت کا داعی ہے بلکہ اس میں توقیر اور رحم کے رنگ کو نمایاں مقام دیا گیا ہے۔ معلم اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔

ترجمہ:۔ جس نے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور بڑوں کا احترام نہ کیا وہ ہم سے نہیں۔

اس ارشاد پر خود افضل الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا جو سیرت اور تاریخ اسلام کی کتابوں میں موجود ہے جیسا کہ:۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عمرہ کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا۔ جس ارشاد کا ترجمہ یہ ہے:۔

"اے میرے بھائی! ہم کو اپنی دعا میں نہ بھولنا"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تو قرآن کی تلاوت کر تاکہ میں سنوں۔

حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اصغر نوازی کے لئے مشعل راہ ہے۔ الحمدللہ ہمارے اکابر دوسرے شعبوں کی طرح اس شعبہ میں بھی پورے متبع سنت ہیں۔ حضرت محدث عصر علامہ انور شاہ کاشمیری قدس سرہٗ العزیز احقر کے زمانہ قیام جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں ایک رات کو اس سیہ کار کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ تو اصاغر کے اس قدر مربی اور ذرہ نواز تھے کہ اس دور میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آخری سفر سے واپسی پر راولپنڈی کے ریلوے اسٹیشن پر جب کہ آپ کے ساتھ خدام کی کثرت اور سامان چائے اور خورد و نوش موجود تھا۔ اس سیہ کار کو فرمایا "قاضی صاحب! چائے کی ایک پیالی تو پلا دو"۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت یہاں تو دیسی شکر کی چائے ہے۔ (اس زمانہ میں ولایتی چینی نایاب تھی۔) ارشاد فرمایا۔ وہی لے آؤ۔

چنانچہ یہ سیہ کار اس سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ الحمدللہ کہ اپنے آقا کی ان دیار میں آخری مرتبہ تشریف آوری پر ایسی سعادت کا شرف حاصل کیا۔

حکیم الامۃ تھانوی قدس سرہٗ سے اگرچہ نیاز حاصل نہ ہو سکا مگر خط و کتابت میں ہمیشہ ذرہ نوازی فرماتے رہے۔ اپنے ایک مکتوب گرامی میں جو حضرت کے اپنے قلم سے تھا۔ مندرجہ ذیل فارسی قطعہ تحریر فرمایا:

ز دست کوتہ خود زیر بارم
کہ از بالا بلنداں شرم سارم
مگر زنجیر زلفت گیردم دست
وگرنہ سر بہ شیدائی بر آرم

یادگارِ سلف امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ العزیز اس میدان میں بھی اکابر سے پیچھے نہ تھے۔ جب احقر کو شرف زیارت بخشتے تو ہمیشہ حضرت مدنی قدس سرہٗ العزیز کا ذکر اشرف فرماتے۔ اور یہ فرماتے کہ میں نے گیارہ مرتبہ حرمین کی زیارت کی ہے۔ جہاں روئے زمین کے اولیاء کرام کا اجتماع رہتا ہے مگر میں نے حضرت مدنیؒ کے پایہ کا کوئی انسان نہیں دیکھا۔

جنوری ۱۹۶۱ء میں جب حاضر ہوا تو ایک رات بعد از نماز عشاء جب کہ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی سخت سردی کے باوجود اچانک حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اس وقت اندھیرا تھا۔ میں تالاب سے وضو کرتے ہوئے حاضر ہو گیا فرمایا۔ "میں تجھے ڈھونڈ رہا ہوں مجھے تم سے محبت ہے۔" یہ ارشاد فرماتے ہوئے حجرہ میں لے گئے اور ان انعامات سے نوازا جن کا ذکر کرنے سے حذیفہ بن ایمان رضی اللہ عنہ کا مقولہ مانع ہے۔

اسی جنوری ۱۹۶۱ء میں جب یہ سیہ کار درِ اقدس پر حاضر ہوا تو حضرت کے اکثر خدام نے جو مجھ سے ہر اعتبار سے زیادہ معتمد علیہ ہیں۔ احقر کو فرمایا کہ حضرت نے مجلس ذکر بند کرنے کا ارادہ کر دیا ہے اور ایک اعلان بہ عنوان "ہر کمالے را زوالے" لکھ کر خدام الدین کے لئے دے دیا ہے۔ ہماری سب کی یہ رائے ہے کہ اگر تو حضرت سے عرض کرے گا تو وہ تیری بات مان کر یہ فیصلہ واپس لے لیں گے اور مجلس ذکر بدستور جاری رہے گی۔

چونکہ میں بے ادب تو تھا ہی۔ سیدھا حجرہ مبارکہ میں چلا گیا۔ میرے خیال میں بدھ کا دن تھا۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت! جناب نے مجلس ذکر بند کرنے کا کیوں ارادہ فرمایا ہے؟

ارشاد فرمایا۔ میں کمزور ہوں بیمار ہوں۔ مصروفیت زیادہ ہے اس لئے اس کو بند کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔

میں نے دو تین باتیں عرض کر دیں۔ ہنس پڑے۔ اور فرمایا بہت اچھا۔ یہ مجلس جاری رہے گی۔ حکم دیا کہ وہ اعلان شائع نہ کیا جائے۔ الحمد للہ! اس دن سے لے کر آج تک یہ مجلس ذکر جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گی۔

ایک تو وہ کیفیت تھی اور ایک یہ حالت ہو گئی ہے کہ مجھے مجلس ذکر کی اجازت دے کر وہ مطبوعہ ترکیب ذکر عنایت فرمائی۔ کہ ایبٹ آباد میں بھی مجلس ذکر جاری کر دو۔

مئی ۱۹۶۱ء میں ایبٹ آباد میں بہ تقریب ختم درس قرآن احباب نے تشریف آوری کی درخواست کی۔ حالانکہ صوبہ سندھ کے دورہ کا پروگرام تقریباً بن چکا تھا مگر ۱۷ر مئی کو حضرت کی طرف سے مندرجہ ذیل مضمون کا تار آیا۔ کہ "میں ۱۹ر مئی کی شام کو پہنچونگا۔"

مگر اصغر نوازی کرتے ہوئے اپنے دست مبارک سے مندرجہ ذیل گرامی نامہ ارسال فرمایا۔

"تار کا جواب دوسرے احباب نے دیا ہے۔ خدا جانے کیا دیا ہے۔ صحیح جواب یہ ہے جو اب اپنی قلم سے لکھ رہا ہوں۔ لاہور سے ۱۳ر تاریخ دن کے ۱۱ بج کر ۴۵ منٹ پر گاڑی میں سوار ہوں گا اور راولپنڈی ۱۷ بج کر ۴۵ منٹ پر پہنچوں گا۔ اور رات مولوی عبدالحنان صاحب کے ہاں ٹھہروں گا۔ وہیں رات کو موٹر پہنچ جائے تاکہ صبح سویرے روانہ ہو کر اتوار کی صبح کو ایبٹ آباد پہنچ جاؤں اور پھر اتوار کا دن وہاں رہ کر سوموار کی صبح کو روانہ ہو کر پھر ایک بجے دن کے راولپنڈی سے ایک بج کر ۵ منٹ پر گاڑی میں سوار ہو کر شام کو ۷ بج کر ۱۰ منٹ پر لاہور پہنچ جاؤں۔"

چنانچہ ایبٹ آباد کے خدام ۱۳ر مئی کی شام کو ریل کار پر پنڈی پہنچ گئے حضرت نے وہاں خدام کے مکان پر مختصر سا آرام فرمایا۔ جب ہم نے گستاخی کرتے ہوئے اسی وقت رات کو ایبٹ آباد تشریف لانے کے لئے درخواست کی تو حضرت نے باوجود تھکان کے اسے منظور فرما لیا اور تقریباً ۱۲ بجے یہاں رونق افروز ہو گئے۔

یہ سب ان کی اصغر نوازی تھی —— رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ و نوّر اللہ مرقدہٗ بانوار الجنۃ والرضوان الی یوم المیزان۔ آمین!

مولانا مستقیم حسن صاحب حامدی دارالعلوم دیوبند

میں عربی کیوں پڑھتا ہوں

دنیوی اقتدار اور ایک مادی ترقی ایک ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ بادل کے سایہ کی طرح اس کو بھی کہیں قرار وثبات نہیں آج زید کے ہاتھوں ہے۔ تو کل عمر کے دامن مقدر میں پس بدبخت ہیں وہ لوگ جو اقتدار پر اعتماد کر کے اس سے ایسا چمٹ جاتے ہیں۔ گویا اب ہمیشہ انہیں کے ہاتھوں میں رہے گا۔ اور نیک بخت و سعادت مند ہیں۔ وہ حضرات جو اس پر اعتماد نہ کر کے حق کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہتے ہیں۔ آج کل اکثر مغرب زدہ حضرات مغربی تہذیب کی ظاہری چمک دمک اور اہل مغرب کی مادی ترقیات کو دیکھ کر یہ تصور باندھے بیٹھے ہیں۔ کہ عزت و کامیابی کا تمامتر دارومدار تہذیب مغربی کی پیروی ہی میں ہے اس لئے وہ عربی زبان اور عربی دان طبقہ کو بڑی ذلت وحقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور بے وقت کی راگنی گانے کی پھبتیاں کستے ہیں۔ مگر ان بیچاروں کو نہیں معلوم کہ اسی سٹیج پر کتنی ہی تہذیبیں آئیں اور کتنے ہی زور وشور کے ساتھ اکڑتی اور مچلتی ہوئی آئیں مگر آج ان کا نام ونشان تک باقی نہیں رہ گیا۔ کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

آج شدید ضرورت ہے کہ ان کور چشموں کو سمجھایا جائے کہ ہم بے وقت کی راگنی نہیں گا رہے بلکہ صحیح وقت کی راگنی گا رہے ہیں۔ اگر تم کو بے وقت کی راگنی معلوم ہو رہی ہے تو یہ تمہارے جنون کا فیض ہے۔ دنیا جانتی ہے۔ کہ عربی ہم مسلمان کی دینی زبان ہے اور میرے نزدیک عربی کی سب سے بڑی اہمیت یہی ہے کہ وہ ہماری دینی زبان ہے۔ قرآن حکیم

باقی صفحہ ۲۰

اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو مسلمانوں کی دینی و تمدنی زندگی کے سب سے بڑے سرچشمہ ہیں۔ وہ عربی ہی زبان میں ہیں اور یہی نہیں بلکہ بالعموم ان کی شرحیں اور مستند تفسیریں بھی عربی ہی میں ہیں۔ مسلمانوں کے مختلف فرقوں اور جماعتوں کی اہم کتابیں اسی زبان میں ہیں اگرچہ آج کل ان کتابوں کے ترجمے قریب قریب دنیا کی ہر زبان میں ہو چکے ہیں۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ بڑی ہی کدو کاوش اور محنت و جانفشانی سے کئے گئے ہیں۔ لیکن اس کی اصلیت کو علی وجہ البصیرت معلوم کرنے کے لئے یہ تراجم کبھی بھی کافی نہیں ہوسکتے بلکہ صحیح مطالعہ کرنے کے لئے اصل کو دیکھنا لازمی ہے۔

اسلام کی تاریخ اور مسلمانوں کی زندگی کا صحیح اور حقیقی طور پر علم حاصل کرنا عربی ہی سے ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کی روزانہ کی زندگی میں دین کو اس قدر دخل ہے۔ کہ جن لوگوں کی مادری زبان عربی نہیں ہوتی وہ بھی اپنے فرائض و واجبات کے ادا کرنے میں عربی استعمال کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اور اس طرح انہیں بھی کچھ نہ کچھ عربی سیکھنی ہی پڑ جاتی ہے۔ دنیا کے کسی بھی خطہ کا مسلمان ہو خواہ اس کی زبان کوئی سی بھی ہو۔ ترکی ہو بربری ہو۔ ہندی ہو، اردو ہو، انگریزی ہو فرانسیسی ہو چینی ہو، فارسی ہو جاوی، ملائی ہو۔ لیکن ان کی بھی نمازیں ہر دن پانچ بار عربی ہی میں ادا ہوتی ہیں۔ ہر مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو عربی ہی جملہ میں سلام کرتا ہے۔ قرآن کریم کے بھی اگرچہ ہر زبان میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ مگر پھر بھی ہر جگہ اس کی تلاوت عربی میں ہوتی ہے۔ انسان خواہ کسی بھی زبان کا بولنے والا ہو جب حلقہ بگوش اسلام ہوتا ہے۔ تو اس کو عربی ہی میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھایا جاتا ہے۔ مسلمان بچہ چاہے جس ملک میں پیدا ہو سب سے پہلے جو صدا اس کے کانوں میں گونجتی ہے۔ وہ عربی ہی میں ہوتی ہے۔

اللہ اکبر۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ اور یہ کلمہ اس کی زندگی بھر زبان پر رہتا ہے۔ اور مرتے دم بھی وہ یہی پڑھتا ہوا اپنے مالک کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ گو کہ غیر عربی ملکوں کے لئے عربی زبان ایک اجنبی زبان ہوتی ہے تاہم ہر جگہ کے علمائے کرام زبان کا مطالعہ ضرور کرتے ہیں۔ یوں اپنے دین کے سمجھنے کے لئے بھی عربی کا جاننا از حد ضروری ہے۔ مختصر یہ ہے۔ کہ نہ صرف قرآن شریف احادیث شریفہ عربی زبان میں ہیں۔ بلکہ تمام ہی علوم دینیہ اسی زبان میں ہیں۔ پھر اس کے علاوہ دنیوی علوم کی بنیاد بھی انہیں علوم پر ہے

اسلامی قانون، سیاست معیشت اور بھی انسان کے جملہ نظامہائے زندگی میں ایسی ہی صحیح اور حتمی رائے رکھتا ہے۔ جیسی کہ اس کو دینی اور اخلاقی امور کے سلسلہ میں حاصل ہے۔ اس لئے اسلام کی شان ایک مجموعی قسم کی دینی اور دنیوی مملکت کی سی ہے۔ یعنی یہ کہ اسلام ایک ایسی ریاست اور حکومت ہے۔ جس کی بنیاد سراسر دین پر قائم ہے۔ اور اسی سے عربی زبان کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ عربی جانے بغیر اسلام سے کماحقہ واقفیت کیونکر ہوسکتی ہے۔ اگر کسی مسلمان کے دینی عقائد اخلاقی اقدار معلوم کرنا ہے۔ اور ان کے خیالات و احساسات کو سمجھنا ہے۔ تو سب سے پہلے اس پر عربی جاننا لازم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تمام اسلامی علوم کی اصل اور بڑے خزانے اسی زبان میں محفوظ ہیں۔

عربی زبان اپنی دینی اہمیت کے ساتھ دنیا بھر کے مسلمانوں کے درمیان ایک زبردست تمدنی رابطہ، اور ان کے باہمی تعلقات کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسلام کی تعلیمات اپنے ہر پیرو کے دل میں یہ احساس پیدا کرتی ہے۔ کہ تمام دنیا کے مسلمان آپس میں حقیقی بھائی ہیں۔ عربی زبان تمام دنیا کے مسلمانوں کو آپس میں متحد و متفق رکھنے کا ایک زبردست وسیلہ ہے۔ اس کے ذریعہ ایک دوسرے سے اخوت و مروت بھائی چارگی اور محبت کے جذبات و احساسات قائم رکھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو بیش از بیش عربی زبان سیکھنا اور اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ عربی کی بین الاقوامی حیثیت ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اگر مسلمان اس کو سمجھیں اور اس کی قدر کریں۔ تو ان کی ترقی کے لئے اس میں بڑے بڑے امکانات مضمر ہیں۔

آج بھی اپنی اس ناگفتہ بہ حال کے دور میں جب کہ مقہور و مغلوب اور بدنام روزگار تصور کی جاتی ہے۔ ایک عالمی حیثیت کی مالک ہے۔ آج بھی عراق سے لے کر مراکش تک تمام بلاد اسلامیہ کے اخبار و رسائل کی زبان عربی ہی ہے۔ مقامی محاورات کی چند خصوصیات کے باوجود بھی وہ تمام اسلامی ممالک کی مشترکہ زبان ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بلاد اسلامیہ کی بین الاقوامی زبان ہے اگرچہ یہ صحیح ہے۔ کہ متفرق عربی ممالک کے باشندے اپنی اپنی زبان میں اپنے اپنے خاص محاورات استعمال کرتے ہیں۔ لیکن یہ ہرگز ممکن نہیں ہے۔ کہ مقامی بولیاں اپنے خاص محاوروں میں جدا جدا ادبیات پیدا کرسکیں گی۔ مصر نے اس کی کوشش بھی کی تھی۔ مگر اس کی کامیابی اور ناکامیابی ہمارے سامنے ہے۔ یورپین وساوسوں نے عربوں کو اپنے ناصحانہ انداز میں سمجھایا۔ کہ وہ اپنی جداگانہ عربی بولیوں میں ادبیات پیدا کریں۔ مگر عرب اتنے احمق نہیں تھے۔ کہ اپنے اتحاد کو جو ان کی سب سے بڑی قوت ہے۔ اور جس سے یورپ کے شانے تھرتھراتے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھوں برباد کر دیتے عربوں نے بھری مجلسوں اور عالمگیر کانفرنسوں میں اس تجویز کی کھلم کھلا مخالفت کی اور صاف صاف کہہ دیا۔ کہ یہ مغربی حضرات جدید زبانیں ایجاد کر کر کے اپنے آپس کے تعلقات میں آسانیاں پیدا کرتے ہیں۔ اور ہم کو یہ مشورہ دے رہے ہیں۔ کہ ہم کلاسیکی عربی جیسی شاندار زبان کو ترک کر دیں۔ جو آج بھی دنیا کے بیس کروڑ سے زائد انسانوں کے درمیان تبادلہ خیالات کا بہترین ذریعہ ہے۔ ہم آپ کو دکھا دیں گے۔ کہ آپ کی بتائی ہوئی اسکیم سے کہیں بہتر اور عمدہ تجویز ہمارے پاس خود ہی موجود ہے۔

علاوہ ازیں دنیا کی دیگر زبانوں کے مقابلہ میں عربی زبان کے اندر الفاظ کا ذخیرہ بھی بہت زیادہ ہے۔ بعض بعض معنی کو ادا کرنے کے لئے سو سو اور دو دو سو الفاظ اس میں پائے جاتے ہیں اسلامی دور کی ابتداء میں علم اللسان کے عالموں اور ماہروں نے ان تمام ذخائر کو نہایت خوبی سے محفوظ کر کے اسے کمال اور تفصیل سے بیان کیا۔ اور سمجھایا ہے کہ دنیا کی اور کسی زبان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی دنیا کی پرانی زبانوں کے بیشتر الفاظ سادہ کو سمجھنے کے لئے عربی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ عربی زبان اور عربی تمدن کے ذریعہ تورات، انجیل، زبور اور دیگر کتب آسمانی اور علوم قدیمہ کے سمجھنے میں بیش قیمت مدد ملتی ہے۔ بلکہ قدیم زبانوں کی کتنی ہی ایسی کتابیں ہیں۔ جن کا کماحقہ مطالعہ عربی سیکھنے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ عربی زبان اور عبرانی ادبیات کے ادبی نمونوں کا کسی کو مطالعہ کرنا ہے۔ تو اس کو پہلے عربی سیکھنی چاہئے تاریخ عالم کے مطالعہ کے لئے بھی عربی زبان نہایت ہی اہم ہے۔ دنیا جانتی ہے

کہ عربوں کو ہمیشہ سے تاریخی بیانات کا بڑا شوق رہا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ دنیا میں سب سے پہلے عربوں میں سیاح پیدا ہوئے۔ اور تاریخ پر سب سے پہلے عربی میں نو اور روزگار کتابیں لکھی گئیں۔ اس کو مغرب کے بڑے بڑے مورخوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ تاریخ عالم کے مطالعہ کے لئے لاطینی کے دنیا میں سب سے اہم زبان عربی ہے۔ ایسے ہی سائنس کی تاریخ جاننے کے لئے بھی عربی سیکھنا لازمی ہے۔ سائنس کی اصلیت اس کی نشو و نما اور ترقی اور اس کی مختلف شاخوں کا معلوم کرنا اگر عربی زبان پر موقوف نہیں تو اس سے بے نیاز رہتے ہوئے بھی ممکن نہیں ہے۔

پھر مسلمانوں کی کتنی ہی زبانیں ایسی ہیں جن کا مطالعہ بغیر عربی جانے ہو ہی نہیں سکتا کون ہے جو عربی جانے بغیر فارسی میں کما حقہ قابلیت کا دعویٰ کر سکے، کون کہہ سکتا ہے۔ کہ عربی جانے بغیر اردو کی حقیقت ٹھیک ٹھیک سمجھی جا سکتی ہے۔ کون ہے جو ترکی سندھی اور سواحلی زبانوں کی ادبیات کا پورا پورا مطالعہ بغیر عربی زبان اور اس کی ادبیات سمجھے ہوئے کر سکتا ہے۔ یہ حقیقت محتاج بیان نہیں ہے۔ کہ جس قوم نے اسلام کا قلاوہ پہنا اس کی زبان میں عربی الفاظ شروع ہی سے بکثرت داخل ہو گئے۔ دینیات و فقہ کی اصطلاحیں۔ آئین تہذیب و تمدن کی اصطلاحیں داخل ہوئیں۔ ثقافت و کلچر کی اصطلاحیں جاگزیں ہوئیں اور عربی کے ایسے کثیر التعداد الفاظ داخل ہو گئے جنہوں نے اس قوم کی قومی زبان میں اصل الفاظ کی جگہ لے لی اور صرف الفاظ اور اصطلاحیں ہی نہیں بلکہ دنیائے اسلام کی بیشتر زبانوں کو عربی ادبیات کے طرز ادا نے بھی بہت کچھ متاثر کیا ہے۔ اس لئے ہم عربی سے جس قدر زیادہ واقف ہوں گے۔ اسی قدر ان زبانوں کی ادبیات کو بھی سمجھ سکیں گے۔ اور ان سے حظ اٹھا سکیں گے

اگر آپ نے السنۂ عالم کا کچھ بھی مطالعہ کیا ہو گا۔ تو آپ پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گی۔

ع ہر کمالے را زوال و ہر زوالے را کمال

اس دنیا کے سٹیج پر کتنی ہی زبانیں اور تہذیبیں آئیں۔ اور اس کر و فر اور جاہ و جلال کے ساتھ کہ گویا اب ان کی بنیاد کو دنیا کی کوئی طاقت متزلزل نہیں کر سکتی لیکن گردش روزگار نے ان کے آثار و نقوش تک کو اس طرح مٹا دیا۔ کہ گویا کبھی ان کو وجود کی دولت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ یہودیوں کی مقدس زبان عبرانی کو بھی کبھی عالمگیر حیثیت حاصل رہی ہو گی۔ آج رومتہ الکبریٰ لاطینی زبان کا کیا حال ہے۔ آریہ ورت کی الہامی زبان سنسکرت نے انقلابات دہر کے کتنے تھپیڑے کھائے اور کیا حشر ہوا، آج فارس کی مذہبی زبان کہاں بولی اور سنی جاتی ہے۔ با جبروت فراعنہ مصر کی قبطی زبان سے کس کے کان آج آشنا ہیں، بابل نینوا، شام اور فینیشیا کی کلدانی ارشوری سریانی اور حبشی زبانیں کس گوشہ زمین میں دفن ہیں۔ ہومر کی یونانی زبان آج کون بولتا اور سمجھتا ہے تاریخ شاہد ہے۔ کہ یہ تمام زبانیں عظیم الشان باہیبت با جبروت اقوام اور وسیع الحدود حکومتوں کی زبانیں تھیں۔ لیکن آج دنیا کے کان اور دنیا کی زبانیں اس سے بالکل ہی نا آشنا اور غیر مانوس ہیں۔ لیکن آپ دیکھ رہے ہیں۔ کہ عربی زبان آج بھی زندہ اور پائندہ زبان ہے۔ اور تاریخ کے ہر دور میں اپنا ایک اعلیٰ مقام رکھتی رہی ہے۔ اسلامی فتوحات کے زمانہ میں دنیا کی کتنی زبانوں سے اس کا دوستانہ اور فاتحانہ اختلاط رہا، مگر اس کی انفرادیت کو آنچ نہیں آئی۔ عباسی دور میں کتنی زبانوں سے لین دین اور افادہ استفادہ کا معاملہ رہا۔ مگر اس کی آن بان اپنی پوری قوت کے ساتھ قائم رہی اور کتنی ہی زبانوں سے اس کا مفتوحانہ مقابلہ بھی ہوا۔ مگر اس کی عظمت کی پیشانی پر کوئی شکن نہیں دیکھا گیا۔ کیا وہ زبان جس نے ہر دور میں اور ہر زبان کا مختلف انداز اور مختلف حیثیات سے مقابلہ کیا اور بیلاغ کامیاب رہی۔ وہ آج مغربی زبان کے موجودہ دنگل میں چت ہو سکتی ہے۔

عربی زبان ہمیشہ سے زندہ ہے۔ اور اس وقت تک زندہ رہے گی۔ جب تک دنیا میں قرآن مجید کا وجود رہے گا۔ جب تک جریدۂ عالم پر اسلام پرست ایک متنفس بھی باقی رہے گا۔ دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ جب تک دنیا میں خدا کا مبارک نام موجود رہے گا یہ زبان لازمًا باقی رہے گی۔ اس نے ہر دور کے مطابق اپنے مزاج کو بنایا۔ اور اس کے قدم بقدم چلتی رہی، آج بھی مغربی زبانوں کے بالکل دوش بدوش چل رہی ہے۔ جدید آلات جدید ضروریات تمدن جدید علمی سیاسی اقتصادی اصطلاحات جدید اختراعات و ایجادات، جدید رسوخ و رواج اور جدید تصورات و تخیلات کے لئے اس نے الفاظ کو غیر معمولی ذخیرہ فراہم کر رکھا ہے، آج جس چیز کے ایجاد ہونے کی خبر سنائی دیتی ہے۔ اس کا مفہوم اور اس کے معنی اس کے ایجاد ہونے سے پہلے ہی اس میں الفاظ کا انتخاب ہو جاتا ہے۔ اس کام کے لئے اس کے شیدائوں نے بڑی بڑی انجمنیں اور اعلیٰ اعلیٰ مجالس قائم کر رکھی ہیں۔ جو اس کام کو پورے حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتی ہیں۔ یہ ہے عربی زبان کی اہمیت اس لئے میں عربی پڑھتا ہوں اور اس پر فخر کرتا ہوں۔

ایجنٹ حضرات کی فوری توجہ

کے لئے

ایجنٹ حضرات پر بخوبی واضح ہے۔ کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ نے ہفتہ وار خدام الدین محض قال اللہ و قال الرسول کی آواز عام کرنے کی غرض سے شائع کرانا شروع کیا تھا۔ کوئی تجارتی غرض یا دنیوی طمع اس سے مقصود نہ تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کی پوری رعایت رکھی تھی کہ خواص و عوام یکساں طور پر اس سے استفادہ کر سکیں۔ چنانچہ اس کی قیمت چار آنے تجویز فرمائی تھی۔ بحمد اللہ حضرت اقدس کے خلوص نیت اور جذبہ للہیت کے باعث اس وقت پرچہ کی اشاعت پندرہ ہزار سے زائد ہے جو دونوں ملکوں بھارت اور پاکستان میں کسی بھی ہفت روزہ سے کہیں زیادہ ہے۔ لیکن چونکہ کتاب و سنت کے خلاف اشتہار شائع کرنا ہماری پالیسی کے خلاف ہے۔ صرف پرچہ کی فروخت سے۔ کتابت۔ طباعت سٹاف کی تنخواہ وغیرہ کا انتظام بمشکل ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمل سب کے لئے سامان عبرت ہونا چاہئے۔ کہ آپ آخری دم تک اپنے پرچہ کی رقم چار آنے بھی اپنی گرہ سے ادا کرتے رہے۔

چنانچہ تمام ایجنٹ حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے بقایا جات زیادہ سے زیادہ ۳۱ مئی سنہ ۱۹۶۲ء تک ادا کر دیں۔ ورنہ یکم جون سنہ ۱۹۶۲ء کے بعد پرچہ کی ترسیل بند کر دی جائے گی۔ اور بقایا جات کی وصولی کے لئے چار و ناچار ہمیں تادیبی کارروائی کرنا پڑے گی — مینجر —

اللہ ورایو بروھی استاد مدرسہ مظہر العلوم کراچی

آہ حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی علیہ الرحمۃ

ضرورت جتنی جتنی بڑھ رہی ہے صبح روشن کی
اندھیرا اور گہرا اور گہرا ہوتا جاتا ہے

موت و حیات کا سلسلہ تو روزِ ازل سے چلا آرہا ہے اور ابد تک رہے گا۔

جز ذات خداوند کہ ہے دائم و قائم
دنیا میں سدا کوئی رہا ہے نہ رہیگا

کسی آدمی کا مرنا اس چرخ نیلی فام کے نیچے کوئی اچنبھے کی بات نہیں شب و روز ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ بچے بوڑھے۔ جوان اور نوجوان۔ مرد عورتیں۔ توانا اور ناتوانوں کا ایک سیلاب ہے۔ جو قبرستانوں کی طرف جا رہا ہے۔

گلشنِ ہستی میں مانند نسیم ارزاں ہے موت

لیکن بعض موتیں ایسی ہوتی ہیں جن کا زخم زمانہ صدیوں تک نہیں بھلا سکتا۔ جس طرح جینے والے کئی طرح کے ہیں۔ اسی طرح مرنے والے بھی کئی قسم کے ہیں۔ زندگی کے ڈھنگ بھی گوناگوں ہیں تو موت کے انداز بھی رنگا رنگ ہیں ایک وہ لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جو ہماری طرح زندگی کی بھیک مانگتے مانگتے جیتے ہیں۔ اور بھیک مانگتے مانگتے ختم ہوجاتے ہیں۔ اور ایک وہ بھی ہوتے ہیں۔ جو زمانہ سے لڑتے لڑتے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زندگی گزارتے ہیں۔ اور جب مرتے ہیں۔ تو اس شان و شوکت سے مرتے ہیں۔ کہ زندہ تر ہو جاتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ تو کیڑوں مکوڑوں کے طرح فنا ہوجاتے ہیں۔ لیکن دوسری قسم کے لوگوں کے کارنامے تاریخ اپنے دامن میں سمیٹتی ہے۔ ان کی عظیم روحوں کے مزار اپنے سینوں میں بناتی ہے اور وہ روحیں رہتی دنیا تک اپنی عظمت کے مناظر دیکھتی رہتی ہیں ؎

بعد از وفات تربت ما در زمیں مجو
در سینہ ہائے مردم عارف مزار ماست

ایک ایسا ہی مرنے والا اپریل کی ۱۸ تاریخ کی ٹوٹتی شب کو پچاسی برس کی عمر میں اس سرائے فانی سے منہ موڑ کر سرائے جاودانی کی طرف چل دیا۔ اور اس جانے والے کو دنیا "حماد اللہ ہالیجوی" کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔ اور آج اس مرد مومن کو مرحوم لکھتے ہوئے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ جو زندگی سے بھرپور تھا۔ جس نے اسلام اور ملت اسلامیہ کی صلاح و فلاح کے لئے اپنی زندگی وقف کردی تھی۔ جو سرزمین سندھ میں حضرت مولانا تاج محمود امروٹی کی آخری یادگار شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے جذبات کا آخری آمین۔ مولانا مدنی کی بزم کی آخری شمع اور شیخ التفسیر مولانا لاہوری کی بزم سلوک و تصوف کا آخری رفیق تھا۔ جو کل تک ارشاد و ہدایت کی مسند کا مسیحا تھا۔ اور ؎

رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی سندھ کے اسلاف کی آخری نشانی تھی۔ وہ سندھ جو درویشوں۔ اولیاؤں اور بزرگان دین کا مسکن رہا ہے۔ وہ سندھ جس نے صدیوں تک نجد و حجاز کے تشنگان علوم کی آبیاری کی ہے۔ وہ سندھ جس نے اوزاعی اور ملا جیون جیسے محقق ابن حیات جیسے محدث اور ابن عطا جیسے مفسر پیدا کئے۔ وہ سندھ جس کے دامن میں اب بھی مخدوم محمد ہاشم سندھی مخدوم معین الدین سندھی۔ عبدالکریم کورائی۔ محمد زمان۔ عبدالرحیم شاہ گرہوڑی۔ شاہ محمد راشد، شاہ سید تاج محمود امروٹی۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی۔ مخدوم نوح۔ شاہ عبدالکریم اور معصوم شاہ جیسے اکابر اور اعاظم محو خواب ہیں۔ وہ جو ؎

چپہ چپہ پہ ہیں یاں گوہر یکتا تہہ خاک
دفن ہوگا نہ کہیں ایسا خزانہ ہرگز

مولانا حماد اللہ ہالیجوی بھی یہیں دفن ہوگئے جس کی ٹکر کا مسلمان اب چراغ لے کر ڈھونڈھنے سے شاید ہی مل سکے۔

حضرت حماد اللہ صاحب سکھر کے قریب ایک غریب خاندان میں پیدا ہوئے۔ اس خاندان کے افراد نہ عالم تھے اور نہ حافظ شرک و بدعت ان کا شعار تھا۔ اور یہ خود بھی اوائلی زندگی میں ان ہی خیالات کے مبلغ تھے۔ پھر اچانک حضرت تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی اور ان کی نگاہ نے حضرت ہالیجوی کی تقدیر بدل کر رکھ دی۔ وہ شخص جو شرک و بدعت کا مبلغ تھا توحید و سنت کا امام بن گیا اور رفتہ رفتہ ان کا وجود مسعود آیت من آیات اللہ بن گیا۔ انہوں نے توحید و سنت کی اشاعت میں بڑی آزمائشیں دیکھیں۔ لیکن حضرت امروٹیؒ کی صحبتیں اور حضرت لاہوری کی رفاقتیں اور حضرت عبدالعزیز تھر بچانی کی مجلسیں اور حضرت عبدالکریم کی ہمنشینی نے ان میں ایک ایسی روح پھونکی۔ کہ وہ عہد حاضر کے بڑے علماء۔ زہاد اور فضلا کے ہمسر شمار ہوتے گئے

مولانا محمود الحسن۔ مولانا حسین احمد مدنی مولانا ابوالکلام آزاد۔ مولانا اشرف علی۔ مولانا مفتی کفایت اللہ۔ مولانا اعزاز علی۔ مولانا رائے پوری جیسے باکمال لوگوں سے ان کے گہرے روابط رہے

مولانا عبیداللہ سندھی تو انہیں اپنے روحانی ورثاء میں سے سمجھتے تھے۔ سندھ ایسی جگہ میں ان کو یہ اعزاز حاصل ہوا۔ کہ ان کے لنگر خانہ اور خس پوش جھونپڑی میں ابوالکلام آزادؒ۔ حسین احمد مدنیؒ۔ اشرف علی تھانوی۔ ثناء اللہ امرتسری۔ مفتی کفایت اللہ جیسے علم و حکمت کے شہنشاہوں نے آکر مجلسیں کیں۔ آج اگر ان کی موت پر ہماری قومی صحافت متأثر نہیں ہوتی تو یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ قوم نے ہمیشہ اپنے اکابر سے یہی سلوک روا رکھا ہے۔ لیکن اس حقیقت کو دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی کہ ؎

کبھی کبھی تو اسی ایک مشت خاک کے گرد
طواف کرتے ہوئے ہفت آسمان گزرے

ہمارے علماء و اکابر۔ مبلغین اور واعظ اس حقیقت سے ہرگز بے خبر نہیں ہو سکتے کہ اس مرد درویش اور بے ریا فقیر نے ہر کس و ناکس کے دل میں اپنا گھر بنا رکھا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں عالم باعمل تھے انہوں نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک ہنہ عاقل کے قریب ہالیجی شریف کو اپنے ذکر و افکار کی جلوہ گاہ بنائے رکھا یہیں ان کا ستارہ چمکا اور یہیں اس آفتاب عالمتاب نے سفر آخرت اختیار کیا۔ انہوں نے اپنی مقدس زندگی میں بیسیوں دینی مدارس کھولے۔ اور ہزاروں انسانوں کو انہوں نے خود اپنی درسگاہ میں حدیث اور تفسیر کا درس

دیا۔ انہوں نے جنگ آزادی میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قید و بند کے شدائد سے بھی آشنا ہوئے۔ سندھی علماء کے وہ حقیقی معنی میں مرشد اور مربی تھے۔ سندھ کے تمام علماء ان کے معتقد اور سچے جانثار تھے۔

حضرت ہالیجوی کے فیوض و برکات کے متعلق راسخ اور معتمد علماء کا بیان ہے۔ کہ ان کی مجلس میں جو گھڑیاں گزرتی تھیں۔ وہ خدا۔ رسول۔ اسلام اور اسلامی تعلیم کے متعلق ہوتی تھیں۔ ان کی زبان سے کبھی کسی کی برائی کسی فرد نے نہ سنی۔ وہ اپنے کٹر حریف اور مخالف مولویوں کے متعلق بھی بڑے سوز و گداز سے کہتے تھے کہ ان کی برائی میری مجلس میں ہرگز نہ کرو۔ وہ حب رسول ہی کی وجہ سے ہمارے متعلق غلط فہمیوں کے شکار ہیں۔ خدا انہیں راہ راست نصیب کرے۔ ان کے متعلق ان کے مخالفین بھی برملا یہ اعتراف کرتے تھے۔ کہ وہ خدا کی ذات واحد کے سوا کسی قوت و طاقت کے خوف سے قطعاً آشنا نہ تھے۔ سچی بات ان کا شعار تھا۔ عمر بھر سچی بات کہتے رہے۔ جن لوگوں نے ان کے پیچھے کھڑے ہوکر نمازیں پڑھی ہیں اور ان کے روح پرور خطبات سنے ہیں وہ اب بھی یہ شہادت دے سکتے ہیں کہ وہ منبر رسول پر کھڑے ہوکر جس سچائی بے پروائی۔ بے باکی۔ بے نیازی اور بھرپور اعتماد کے ساتھ اعلائے کلمۃ الحق کیا کرتے تھے۔ وہ انہیں کا حصہ تھا۔ آہ ؎

یارب وہ ہستیاں اب کس دیس بستیاں ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

بدنصیبی سے راقم الحروف کو ان سے ذاتی نیاز حاصل نہ تھا۔ بار بار یہ کوشش کی کہ اس مرد قلندر کے بارگاہ کی جھلکیاں دیکھنی چاہئیں۔ کئی مرتبہ یہ خیال لے کر گھر سے بھی چلا۔ لیکن یہ سعادت میرے مقدر میں نہ تھی۔ اور آج ؎

مرثیہ ان کی جدائی کا میری قسمت تھا

سندھ کے ایک ممتاز۔ مشہور اور معروف عالم دین۔ مولانا الحاج عبداللہ صاحب سجادل والے۔ جو حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مرحوم کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں۔ اور سندھ کی ایک بہت بڑی دینی درسگاہ "مدرسہ دار الفیوض ہاشمیہ سجادل" کے سرپرست بھی ہیں۔ وہ عموماً ہر سال مدرسہ کے چند ذہین طلبہ شیخ التفسیر حضرت مولانا لاہوری اور حضرت قبلہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہما کے ہاں بھیجتے رہتے تھے۔ اس دفعہ انہوں نے راقم الحروف کے نام اپنے ایک گرامی نامہ میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ کہ آج علوم دینیہ کے طلبہ، تصوف اور تزکیہ نفس کے لئے کہاں جائینگے ابھی علم و عمل کی دنیا حضرت لاہوری کی ماتم سے فارغ نہ ہوئی تھی۔ کہ یکایک حضرت ہالیجوی بھی چل بسے ؎

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اے باد صبا
یادگار شمع تھی محفل میں پروانے کی خاک

حضرت ہالیجوی کے انتقال پر ملال سے تنہا ایک شخصیت کا خاتمہ نہیں ہوا۔ بلکہ تاریخ کے ایک مکمل عہد کا خاتمہ ہوگیا۔ وہ عہد جو شاید اب کبھی واپس نہیں آئیگا ان کی ذات سے ملت کی ایک عظیم تاریخ وابستہ تھی

حضرت مولانا محمد صادق صاحب کھڈہ والے کے وصال کے بعد مولانا ہالیجوی کا وجود مسعود مغتنمات میں سے تھا۔ ان کی مجلس میں تصوف و تزکیہ نفس کے ساتھ ابوالکلام کے علم و فضل۔ حسین احمدؒ کے تقویٰ اور طہارت نفس، مفتی کفایت اللہ کے تفقہ فی الدین انورشاہ کاشمیری کی ذہانت وفطانت اور قوت حافظہ کے چرچے سننے میں آتے تھے۔

ان کے آستانہ پر اگر ایک طرف علماء و فضلاء صوفیاء کرام۔ زہاد۔ مبلغین اور طالبان دین کا جمگھٹا رہتا تھا۔ تو دوسرے طرف وزراء۔ سفراء ارکان مملکت اور مغربی یونیورسٹیوں کے گریجویٹوں کا بھی تانتا بندھا رہتا تھا۔ لیکن حضرت صاحب کا خلق ان کی شرافت۔ ان کی وضعداری ان کی مہمان نوازی ان کے کردار کی بلندی سب کو اپنا گرویدہ بنا دیتی تھی۔

وہ وجود ایک زاہد خشک۔ ایک بے ریا صوفی۔ ایک عالم دین۔ ایک مبلغ اسلام ہونے کے زندگی کے تمام مسائل۔ ملک کے ہنگامی حالات، سیاسی پیچیدگیوں کا ایک کامیاب اور شرعی حل رکھتے تھے ؎

چھپے تھے تجھ میں وہ لاکھوں گہر اے مجمع خوبی
ملاقاتی ترا گویا بھری محفل سے ملتا تھا

بہرحال حق گو علماء کی یہ آخری نشانی بھی ملت کو داغ مفارقت دے کر چل بسی ؎

در روزگار عشق تو ماہم خدا شدیم
افسوس کز قبیلہ مجنوں کسے نہ ماند

دنیا بیشک ایک سرائے فانی ہے یہاں مستقل طور پر رہنے کے لئے کوئی نہیں آیا لیکن علم و عمل کا یہ زوال و انحطاط ایک خوفناک مستقبل کی غمازی کر رہا ہے۔ غور کیجئے۔ کہ اس مختصر عرصہ میں علم و فضل کے کیسے کیسے آفتاب و ماہتاب غروب ہوگئے۔ مولانا مفتی محمد حسن۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری حضرت مولانا احمد علی لاہوری۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی اور پھر مولانا ہالیجوی ۔ آہ ؎

اٹھ رہے ہیں اس جہاں سے کیسے کیسے باکمال
جن دماغوں کی تراوش اک نیا الہام تھا

اور پھر یہ حضرات جانے کے بعد اپنی جگہ بالکل خالی چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ اب ایسی شخصیتیں تو درکنار کیا ان سے ملتی جلتی شخصیتوں کے ابھرنے یا اس جگہ کو پر کرنے کے بھی کوئی آثار نظر آرہے ہیں۔ اس سلسلہ کے جو گنے چنے باقی ماندہ افراد ہیں۔ (خدا ان کے سایہ کو دیر تک قائم رکھے)، وہ بھی چراغ سحر ہیں۔ آہ ؎

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

مادر گیتی صدیوں تک ان کے انتظار میں روتی رہے گی۔ کائنات اپنی بقا کے لئے بیشک کسی شخصیت کی محتاج نہیں رہی روز و شب کے معمولات میں بھی کبھی کوئی فرق پیدا نہ ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ لیکن علم و فضل شرافت اور اخلاق۔ تصوف۔ سلوک کی جو کائنات اجڑی جارہی ہے۔ کیا وہ کبھی کبھی آباد ہوگی۔ جن خوش نصیب حضرات کو حسین احمدؒ۔ ابوالکلامؒ۔ مفتی کفایت اللہؒ۔ شبیر احمد عثمانیؒ۔ احمد علی لاہوری۔ محمد صادق ہالیجوی اور مولانا عبدالشکور لکھنوی کی صحبتیں نصیب ہوئی ہوں گی آج کوئی ان کے دل سے پوچھے جواب بھی زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ؎

دل کو تڑپاتی ہے اب تک گرمی محفل کی یاد
جل چکا حاصل مگر محفوظ ہے حاصل کی یاد

جانے والوں پر خدا کی بیشمار رحمتیں ہوں قبر میں قیامت میں اور عالم برزخ میں۔ آہ ؎

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کئے ؟

مدرسہ عربی خدام القرآن جنجر جلہ جیم تحصیل میلسی ضلع ملتان

مدرسہ عربی خدام القرآن کا ساتواں سالانہ جلسہ مورخہ ۹، ۱۰، ۱۱ر مئی ۱۹۶۲ء مطابق ۴، ۵، ۶ر ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ کو ہونا قرار پایا ہے۔ جس میں حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری اور مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری اور حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری اور حضرت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی جیسے مقتدر علماء عظام تشریف فرما ہونگے۔ لہذا سب حضرات اس محض دینی و اصلاحی جلسہ کی قدردانی کا ثبوت دیں۔ فقط غلام احمد ناظم مدرسہ

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۴ سے آگے

اور میرے صحابہ ہیں۔ اگر پیر اس کے خلاف ہے۔ تو وہ خود بھی اندھا اور اس کے متبعین بھی اندھے ہوں گے۔ مسلک محمدی کے خلاف کوئی عمل مقبول بارگاہ الٰہی نہیں ہوسکتا۔ نام عبداللہ جان ہو۔ اور اندر کفر، شرک اور نفاق اعتقادی ہو۔ تو نام سے نجات نہ ہوگی۔ صاحب دل شکل دیکھ کر تبلا دے گا۔ کہ مردود بارگاہ الٰہی ہے۔

حضرت امروٹی جو شجرہ میں بائیں طرف ہیں۔ ان کا ایک خادم عبدالستار ہے اب بھی زندہ ہے۔ اور نیم پاگل سا ہے۔ مگر کامل کا عکس اس پر پڑا ہوا تھا۔ اس لئے اعلیٰ درجہ کا توحید پرست ہے۔ وہ ایک دفعہ کسی بزرگ کے مزار پر گیا۔ وہاں عورتیں اولاد کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔ ان سے کہنے لگا۔ کہ مائی! اولاد قبروں والے نہیں دیتے۔ بلکہ اولاد خاوندوں سے ملتی ہے۔ ایک دوسرے خادم کا واقعہ سنیئے۔ وہ گڈریا تھا ایک دفعہ ایک پیر صاحب نے اس کے ریوڑ کو دیکھ کر فرمایا کہ ان کی حفاظت کے لئے کتا کیوں نہیں رکھتے۔ وہ عرض کرتا ہے۔ کہ حضرت! اب تو میرا اعتماد اللہ پر ہے۔ کہ وہی میری بھیڑ بکریوں کی حفاظت کرے گا۔ کیا میں اللہ سے اعتماد اٹھا کر کتے پر کرنے لگوں؟ یہ صحبت کا اثر ہے۔

جس سے محبت ہو اس کی ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔ مثلاً آب زمزم اور مدینہ کی کھجوریں۔ امیر ہو یا غریب۔ جس مسلمان کو دی جائیں۔ وہ محبت سے لیتا ہے۔ اگر کسی کے متعلق دل میں نفرت ہو۔ تو اس کی ہر چیز ردّ کر دی جاتی ہے۔ جب ہم میں اتنی غیرت ہے۔ کہ جو ہماری توہین کرے ہم اُس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی غیرت کا ہم اندازہ کر ہی نہیں سکتے۔ وہ کافر، مشرک، اور نفاق الاعتقادی کے منافق کی کوئی عبادت قبول نہیں کرتا۔ لاہور میں ایسے مسلمان بکثرت موجود ہیں۔ جن کے سینہ میں نور قرآن نہیں ہے۔ جن علماء اور فقراء سے ان کا تعلق ہے۔ ان کے اندر بھی نہیں ہے۔ اس لئے دونوں گمراہ ہیں۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

ہماری پیروی کونسل سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ہر بات کا فیصلہ کرانے کے لئے ان کے حضور میں جائیے کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم دی تھی۔ کہ گلے میں پیسے ڈالا کرو۔ دعویٰ تو ہر شخص یہی کرتا ہے۔ کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ لیکن غلامی کے لئے اتباع نبوی پہلی شرط ہے اس پر کوئی پورا اترتا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع صحیح معنوں میں صحابہ کرام نے کرکے دکھایا۔ اس لئے سنت کے ساتھ صحابہ کرام کے طریقہ کا اتباع بھی ضروری ہے۔ میرے متعلق مخالفین نے یہ مشہور کیا ہوا ہے کہ اولیاء کرام کا منکر ہے۔ اس کے متعلق میں بارہا جمعہ۔ درس اور اس مجلس میں کہہ چکا ہوں۔ کہ جو اولیاء کرام کا انکار کرتا ہے۔ اس پر خدا کی لعنت پڑتی ہے۔ لیکن جو ان کو خدا کے درجے پر لاتے ہیں۔ اس پر بھی خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ ملعون کے سر پر سینگ نہیں ہوتے لعنت کے معنی ہیں رحمت سے دوری۔ یعنی ملعون سے خدا ناراض ہو جاتا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص جمعرات کو ذکر جہر شروع کرنے سے پہلے گیارہ دفعہ سورۃ اخلاص پڑھ کر محبوب سبحانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو اس کا ثواب پہنچاتا ہے۔ یہ ہماری گیارھویں ہے۔ اور یہی اصلی قادریت ہے۔ ان بھلے مانسوں نے گیارھویں گوجروں سے دودھ اور کھیر لینے کو سمجھ رکھا ہے جو ان کو گیارھویں کھلاوے۔ حنفی خواہ وہ تارک نماز ہو۔ جو نہ کھلاوے۔ وہ وہابی کیا یہی دین لوگوں کو پہنچاؤ گے؟ آپ نے ہماری اور ان کی گیارھویں میں فرق ملاحظہ فرمایا۔

اتباع رسولؐ سے ہی تعلق باللہ درست ہوسکتا ہے۔ اتباع۔ عقائد۔ اعمال۔ عبادات معاملات، شادی وغمی۔ عادات و اطوار۔ صورت اور سیرت غرضیکہ ہر عمل حیات میں ہونا چاہئے۔ اس آئینہ میں لاہوریوں کا منہ دیکھا جائے تو خدوخال بگڑے ہوئے نظر آئیں گے۔

رنگی کو نارنگی کہیں دودھ کڑھے کو کھویا
چلتی کو یہ گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رویا

لاہور میں اس کو حنفی کہتے ہیں۔ جو مخلوط اسلام پر عمل کرے۔

ہم وہ بدمست قلندر ہیں کبھی مسجد میں کبھی مندر میں

جو توحید خالص کی طرف دعوت دے لاہوری مسلمان اس کو وہابی کہتے ہیں۔ اصلی حنفیت میں نے ایک رسالہ لکھا ہوا ہے۔ اس میں ایک بھی مسئلہ امام ابوحنیفہؒ کے خلاف ثابت کر دیا جائے۔ تو میں یا حنفیت سے اپنا نام کٹوا لوں گا یا فوراً اصلاح کر دونگا یہ سب کفر اور شرک کرتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ کا نام بدنام کرتے ہیں۔ ہمارا مسلک یہ ہے۔ کہ ہم اللہ کے بندے اور حضورؐ کے امتی ہیں۔ اگر کوئی صوفی آسمان پر اڑتا ہوا نظر آئے۔ لیکن اس کا علم اور عمل کتاب و سنت کے خلاف ہے۔ تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ ہو جائے تو توڑنا فرض عین ہے ورنہ وہ خود بھی جہنم میں جائے گا۔ اور ہمیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

ضروری

ایجنٹ حضرات سے التماس ہے۔ کہ ہر شمارہ کی مطلوبہ تعداد کی اطلاع ہر اتوار تک دفتر میں بھیج دیں۔ بعد میں موصول شدہ اطلاع کی تعمیل اُس شمارہ کے لئے نہیں ہوسکے گی (ادارہ)

"برائے توجہ"

"دیندار حضرات مدرسہ عربیہ شمس المدارس غازی پور تحصیل شجاع آباد کی جانب توجہ فرمائیں۔ جزاک اللہ فی الدارین"
سید بشیر احمد مہتمم

خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ دیا کریں۔ ورنہ تعمیل مشکل ہے (مینیجر)

بچّوں کا صفحہ

حضرت جنید بغدادیؒ اور شیخ سرّی سقطیؒ

حضرت جنید بغدادیؒ اور آپ کے مرشد حضرت شیخ ابوالحسن سرّی سقطیؒ کے مزارات ایک مسجد نما قبہ میں ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے اور مُرید تھے۔ حضرت سرّی سقطیؒ کی دیانت کا یہ عالم تھا۔ کہتے ہیں کہ جن ایام میں آپ بغداد میں کاروبار کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ساٹھ دینار کے بادام خریدے۔ لیکن کچھ دیر بعد ہی بادام مہنگے ہوگئے ایک اور دوکاندار نے آپ سے وہ بادام نوّے دینار میں خریدنے چاہے لیکن آپ نے یہ کہہ کر بادام بیچنے سے انکار کر دیا۔ کہ "میں دس دینار پر نصف دینار سے زائد منافع نہیں لیتا۔ اور اس قیمت پر اس لئے نہیں بیچنا چاہتا کہ تم خرید کر گراں فروخت کروگے"۔ عوام سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے "کاش! لوگ رنج و اندوہ سے فارغ ہوتے اور سارے جہاں کا غم میرے لئے وقف ہوتا"۔

حضرت جنیدؒ کو اولیائے اللہ اور علماء میں ایک بلند مقام حاصل ہے۔ آپ شریعت، طریقت اور تصوّف میں انتہا تک پہنچے ہوئے تھے۔ آپ ایک بلند پایہ مصنّف بھی تھے۔

آپ کے علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ آپ سات آٹھ سال کی عمر میں حضرت سرّی سقطیؒ کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے جہاں بے شمار مشائخ کبار جمع تھے۔ ان کی مجلس میں شکر پر بحث ہو رہی تھی کہ شکر کیا ہے۔ جب سب لوگ اظہار خیال فرما چکے تو حضرت سرّی سقطیؒ نے فرمایا۔ کہ "جنید! تم بھی کچھ کہو"۔ آپ نے فرمایا۔ کہ "حق تعالےٰ جو نعمت عطا فرمائے اس نعمت کی وجہ سے اس کی نافرمانی نہ کی جائے اور اس کی نعمت کو نافرمانی اور معصیت کا ذریعہ نہ بنایا جائے"۔ آپ کو اپنی زندگی میں بڑی بڑی کٹھن منزلوں سے گذرنا پڑا لیکن آپ ہر مقام پر کامیاب رہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ "سب سے بڑی نیکی خلق خدا کی خدمت ہے"۔ آپ نے فرمایا "حرص بہت مہلک شے ہے اگر کسی کے پاس دنیا بھر کے خزانے ہوں اور حرص نہ ہو تو اُسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اور اگر اس میں کھجور کے دانے کے برابر حرص ہوگی تو وہ نقصان میں رہے گا"۔ آپ کا ارشاد ہے۔ کہ "صُوفی وہ ہے جس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی طرح دنیا کی دوستی سے پاک ہو، اور حق تعالےٰ کی تابعداری کرے۔ اس کی تسلیم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح ہو۔ صبر حضرت ایوب علیہ السلام جیسا ہو۔ ذوق و شوق حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا ہو۔ اور مناجات میں اس کا اخلاص حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہو"۔

ماخوذ از "نظرے وخوش گذرے"

قطعات

عبادت، خدا کی محبت کی خاطر
نہ دوزخ کی خاطر نہ جنت کی خاطر
خدا کی محبت کو کہتے ہیں جنت
عبادت کرو اس حقیقت کی خاطر

•

عروسِ بہارِ چمن ڈھونڈتا ہوں
گل و لالہ سرو سمن ڈھونڈتا ہوں
نہ میں مشرقی ہوں نہ میں مغربی ہوں
میں سارے جہاں میں وطن ڈھونڈتا ہوں

•

اٹھو اے غریقانِ صہبائے غفلت
کہاں تک یہ ادبار و تحقیر و ذلت
رضائے الٰہی کے پابند ہو کر
کرو چار دانگِ زماں پر حکومت

شوکت اللہ شوکت
مدرس ہائی سکول نمبر ۲

(ادارہ)

ایڈیٹر
عبیداللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۲۸۱-۲۷۳۰.T.B.C مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء